بہترین عشق

تالیف: حجت الاسلام جواد محدثی

ترجمہ: سید سعید حیدر زیدی

پیش گفتار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تجربہ گواہ ہے اور تاریخ بھی اس حقیقت کی شاہد ہے کہ وہ لوگ جو دینی ومذہبی علوم و آداب سے جذباتی اور قلبی تعلق رکھتے ہیں، وہ اہل بیت اطہار ؑ سے محبت و عقیدت کے جذبات کے مالک ہیں اور جو مذہبی احکام اور دینی شعائر کے پابند رہتے ہیں، وہ (دوسروں کی نسبت) بہت کم گمراہی، گناہ اور اخلاقی خرابیوں میں مبتلا ہوتے ہیں یا بہت دیر میں خرابیوں اور برائیوں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

اہل بیت رسول ؑ اور معصومین ؑ کے لئے پاک اور رقیق جذبات، دینداری کی راہ میں زیادہ سے زیادہ ثابت قدمی کا سبب اور اہل بیت ؑ سے عشق و محبت لوگوں کو بڑی حد تک گناہ اور گمراہی سے دور رکھنے کا ضامن ہے بشرطیکہ یہ محبت اور دوستی گہری ہو، اسکی جڑیں مضبوط ہوں، بصیرت و معرفت کی بنیاد پر ہو اور درست رہنمائی کے ذریعے انسان کو عمل پر آمادہ کرتی ہو۔

دوسری طرف اگر جوانوں اور نوجوانوں میں عقیدے کی بنیادیں مضبوط نہ ہوں اور ان کی صحیح دینی تربیت نہ ہوئی ہو، تو معاشرے کا یہ طبقہ گناہ اور اجتماعی و اخلاقی گمراہیوں کی لہروں سے سب سے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔

اسلام اور اسلامی انقلاب کے دشمنوں نے بھی "ثقافتی یلغار" کے منصوبے بنائے اور ان کے لئے خطیر رقوم مختص کی ہیں اور وہ نوجوانوں کو اسلام کی مقدس تحریک اور انقلاب سے دور کرنے کی خاطر خود ہمارے ملک سمیت عالمی سطح پر بھرپور وسائل اور ذرائع استعمال کر رہے ہیں۔

آج جو لوگ دینی ثقافت اور ہماری اخلاقی وانقلابی اقدار کے خلاف دشمن کی منظم کوشش کے بارے میں شک و شبہ کا اظہار کرتے ہیں، یہ ان لوگوں کی بے خبری، غفلت اور سادگی کی علامت ہے جوانوں کے سامنے مناسب آئیڈیلز پیش کرنا، انہیں بازاری اورگھٹیا عشق ومحبت کی وادی میں دھکیلنا اور اس روحانی ضرورت اور خلا کی گناہ آلود انحرافی تسکین اسلام دشمن طاقتوں کے ہتھکنڈوں اور پروگراموں کا حصہ ہے۔

ہذا ہمیں اپنے پیارے بچوں اور جوانوں کو ان لغزشوں اور سازشوں سے بچانے کی خاطر ان کے بچپنے اور نوجوانی کی عمر ہی سے ان کے لئے منصوبہ بندی کرنی چاہئے اور انہیں فکری، روحانی جذباتی غذا فراہم کرنے اور قرآن و عترت کی بنیاد پر صراطِ مستقیم کی جانب ان کی رہنمائی کے لئے منظم اور جچی تلی کوششوں کی ضرورت ہے۔

بچوں اور نوجوانوں کے دل میں اہلِ بیت کی محبت پیدا کرنا اور اس پاک اور مثالی گھرانے سے ان کی فکری جذبات اور محبت کو وابستہ رکھنا مذکورہ منصوبوں اور طریقوں کا ایک حصہ ہونا چاہئے وہ لوگ جو کسی سے اظہارِ محبت، کسی کو دل دینے، کسی کو محبوب بنانے کے خواہشمند ہیں اُن کے لئے اہلِ بیتِ رسول بہترین اور افضل ترین محبوب ہوں گے اور اس خاندان سے عشق قیمتی ترین اور دیر پا ترین عشقوں میں سے ہے صاحبِ دل شاعر سعدی شیرازی کے بقول:

سعدی، اگر عاشقی کنی و جوانی
عشقِ محمدؐ بس است و آلِ محمدؐ

اب سوال یہ ابھرتا ہے کہ وہ کونسے طریقے ہیں جن کے ذریعے آج کی نسل کو اہلِ بیت ؑ کا محب اور ان کا چاہنے والا بنایا جا سکتا ہے اور ان کی روح میں اس مقدس اور برتر عشق کا بیج بویا جا سکتا ہے؟

والدین، اساتذہ، مصنفین، فنکار، فلم و ٹیلی ویژن کے ارباب ِ اختیار، ثقافتی ادارے، تبلیغی اور تربیتی مراکز کے پالیسی ساز حضرات، الغرض وہ تمام لوگ جو کسی نہ کسی طرح بچوں اور نوجوانوں کی شخصیت کی تعمیر میں موثر اور حصہ دار ہیں، وہ محبتِ اہل بیت ؑ پیدا کرنے کے طریقوں اور راستوں کو تلاش کرنے کے سلسلے میں بھی اور معاصر نسل کی فکروقلب میں دین کی نشو ونما کے سلسلے میں بھی ذمے دار ہیں۔

راقم الحروف نے بغیر کسی بلند بانگ دعوے کے ایک انتہائی چھوٹے اور ابتدائی قدم کے طور پر یہ مختصر کتابچہ ترتیب دیا ہے اور اس بارے میں کچھ نکات پیش کئے ہیں امید ہے اس موضوع پر صاحبِ نظر حضرات کی توجہ و کوشش اور بزیادہ علمی و حقیقی طریقوں کے ذریعے بہت کچھ کام کیا جائے گا اور اہلِ مطالعہ اور محققین کے لئے استفادے کا باعث ہو گا۔

جواد محدثی

حوزہ علمیہ قم

دین میں محبت کا مقام

اگرچہ طاقت اور قوت سے کام لے کر ہم اپنا مقصد حاصل کر سکتے ہیں لیکن اس مقصد کے لئے محبت اور عشق سے استفادہ اور دل میں جاذبہ اور کشش پیدا کرنا ایک زیادہ موثر عامل ہے، جو زیادہ دیر پا محرکات پیدا کرتا ہے روایات میں بھی آیا ہے کہ: الحُبُّ افضَلُ مِنَ الخوف (محبت خوف سے بہتر ہے بحار الانوار ج ۷۵ ص ۲۲۶)

اہل بیت ؑ سے ہمارے تعلق کی بنیاد کیا ہے اور اس تعلق کو کس بنیاد پر قائم ہونا چاہئے؟

کیا یہ حاکم ومحکوم اور حکمراں ور عیت کا سا تعلق ہے؟

یا استاد اور شاگرد کے درمیان قائم تعلیم و تعلم کے تعلق کی مانند ہے؟

یا یہ تعلق محبت و مودت اور قلبی اور باطنی رشتہ ہے؟ جو کارآمد بھی ہوتا ہے، دیر پا بھی اور گہرا بھی۔

قرآنِ کریم اس تعلق کی تاکید کرتا ہے اور مودت اہلِ بیت ؑ کو اجرِ رسالت قرار دیتا ہے:

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ

کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغِ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا، سوائے اس کے کہ میرے اقربا سے محبت کرو سورہ شوری ۴۲ آیت ۲۳

متعدد روایات میں ''مودۃ فی القربیٰ'' کی تفسیر کرتے ہوئے اسے اہل بیت ؑ اور خاندانِ رسول ؐ سے محبت و الفت قرار دیا گیا ہے افضل ترین محبت بھی وہی محبت ہے جس کی تاکید خداوند عالم کرتا ہے اور جو لوگ یہ محبت رکھتے ہیں انہیں بھی محبوب رکھتا ہے۔

روایات میں مودت اور ولایت کو خدا کی طرف سے عائد کیا جانے والا ایک فریضہ اور اعمال و عبادات کی قبولیت کا پیمانہ قرار دیا گیا ہے [1] اپنی احادیث کی رو سے اہل سنت بھی اس نکتے کو قبول کرتے ہیں امام شافعی کا شعر ہے کہ:

یا اهلَ بیتِ رسولِ الله حُبُّکُمُ
فرضٌ من الله فی القرآنِ اَنزَلَهُ

کَفاکُمُ مِن عظیم القدراَنّکُمُ
مَن لم یُصَلِّ علیکمْ لاصَلاۃ له

اے خاندانِ رسول اللہ! آپ کی محبت وہ الٰہی فریضہ ہے جس کا ذکر اس نے قرآن میں کیا ہے آپ کے عظیم افتخار کے لیے یہی کافی ہے کہ جو بھی (نماز میں) آپ پر درود نہ بھیجے اسکی نماز درست نہیں(الغدیر ج ۲ص ۳۰۳)

ا:۔پیغمبر اسلام کا ارشاد ہے: لوانّ عبداًجاء یوم القیامةِبعمل سبعینَ نبیّاً ما قَبِلَ الله ذلک منه حتی یلقاهُ بولا یتی وولایةِ اهل بیتی(کشف الغمہ ج ۲ص ۱۰)

کیونکہ اس باطنی تعلق کے نتیجے میں محبانِ اہل بیتؑ گمراہیوں اور لغزشوں سے بھی محفوظ رہتے ہیں اور یہ دین کے اصل اور خالص سرچشمے کی جانب امت کی رہنمائی کا ذریعہ بھی ہے، اسلئے رسولِ کریمؐ نے فرمایا ہے کہ لوگوں میں اہل بیتؑ کی محبت کو فروغ دو اور اس محبت کی بنیاد پر ان کی تربیت کرو:

اَدِّبُوااَولادَکُمْ عَلیٰ حُبّی وَحبِّ اهل بیتی وَالقرآنِ

اپنے بچوں کی تربیت میری، میرے خاندان کی اور قرآن کی محبت پر کرو(احقاق الحق ج ۱۸ص ۴۹۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے:

رَحِمَ اللهُ عبداً حبَّبَنا اِلَی النّاس وَلَم یُبَغِّضْنااِلَیهم

خدا اس شخص پر رحمت کرے جولوگوں میں ہمیں محبوب بنائے، ان کی نظر میں ہمیں مبغوض اورمنفور نہ بنائے(بحار الانوارج ۷۵ص ۳۴۸)

نیز آپؑ ہی نے شیعوں پر زوردیا ہے کہ:

اَحِبّونااِلیَ النّاس وَلا تُبَغِّضونااِلَیهِم، جُرُّوااِلَیْنا کُلَّ مَوَدَّةٍ وَادفَعُواعنّا کُلَّ قبیحٍ

لوگوں کی نظر میں ہمیں محبوب بناؤ، ان کی نظر میں ہمیں منفور (قابلِ نفرت) نہ بناؤہر مودت اور الفت کو ہماری طرف کھینچو اور ہر برائی کو ہم سے دور کرو(بشارة المصطفیٰ ص ۲۲۲)

جس قدر محبت اور قلبی تعلق زیادہ ہو گا اتنی ہی پیروی، ہم آہنگی، ہمراہی اور ہمدلی زیادہ ہو جائے گی ہمفکری، ہمراہی اور یکجہتی کے سلسلے میں عشق اور محبت عظیم اثرات مرتب کرتے ہیں لوگ جن ہستیوں سے محبت کرتے ہیں اُنہی کو اپنا آئیڈیل بناتے ہیں۔

اپنے قائد و راہنما سے جذباتی عقیدت سیاسی اور اجتماعی میدانوں میں اسکی اطاعت پر اثر انداز ہوتی ہے اور صرف رسماً اور تنظیمی ضوابط کی پابندی کے لئے ہی نہیں بلکہ عشق وعقیدت کی بنیاد پر پیروی کا باعث بنتی ہے۔

ہمارا اہلِ بیتؑ کے ساتھ شیعہ کا تعلق دینی مصادر (قرآن و حدیث) کی بنیاد پر صرف اعتقادی پہلو کا حامل ہی نہیں ہونا چاہئے بلکہ جذباتی، معنوی اور احساسی بھی ہونا چاہئے ہمیں چاہئے کہ فکر وشعور کو جذبات واحساسات کے ساتھ مخلوط کریں اور عقل اور عشق کو ایک دوسرے سے جوڑ دیں بالکل اسی طرح جیسے دورانِ تعلیم ہوتا ہے کہ اگر استاد کا اپنے شاگرد سے تعلق علمی سے زیادہ جذباتی اور محبت و مودت کی بنیاد پر قائم ہو، توشاگرد شوق کے ساتھ علم حاصل کرتا ہے۔

ائمہؑ کے ساتھ محبت کے تعلق میں بھی دراصل ہونا یہ چاہئے کہ دل پر اُن کی حکمرانی ہو اس صورت میں معرفت، عشق اور اطاعت کے درمیان ایک مضبوط تعلق قائم ہو جاتا ہے معرفت، محبت پیدا کرتی ہے اور محبت ولایت واتباع کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

پیغمبر اسلام کی ایک حدیث میں ان تین عناصر اور انسان کی سعادت و کامیابی میں ان کے کردار کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:

مَعْرِفَةُ آلِ محمّدٍ بَراءَةٌ مِنَ النّاروَحُبُّ آلِ محمّدٍ جَوازٌ عَلَى الصِّراطِ وَالولايةُ لآل محمّدٍ امانٌ من العذاب

آلِ محمد کی معرفت دوزخ سے برائت اور نجات کا باعث ہے آلِ محمد کی محبت پلِ صراط سے گزرنے کا اجازت نامہ (passport) ہے اور آلِ محمد کی ولایت عذاب سے امان ہے(ینابیع المودۃج اص ۸۷)

اس رابطے کی تصویر کشی اس طرح کی جا سکتی ہے کہ:

معرفت > محبت > اطاعت

امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ:

الحُبُّ فرعُ المعرفة

محبت معرفت کی شاخ ہے(بحار الانوار ج ۶۸ص ۲۲)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے مطالعے سے بھی پتا چلتا ہے کہ جو کوئی معرفت اور شناخت کی بنیاد پر آپ کی رفاقت اور صحبت اختیار کرتا تھا اس کے دل میں آپ کی محبت پیدا ہو جاتی تھی(بحار الانوار ج ۱۶ص ۱۹۰) یہ بات محبت ایجاد کرنے کے سلسلے میں معرفت کے اثر کی نشاندہی کرتی ہے۔

عشق و محبت پیدا کرنے کے لئے سادہ مراحل سے آغاز کرنا چاہئے اور بعد کے مراحل میں مزید بصیرت اور زیادہ معرفت کے ذریعے اسے گہرا کرنا چاہئے یہاں تک کہ

''حب'' انسانی سرشت کا حصہ بن جائے اور ''محبِ اہلِ بیت'' ایک مسلمان اور شیعہ کے دین کا جزہو جائے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:

هل الدّینُ الاّ الحُبّ

کیا دین محبت کے سوا کچھ اور ہے(میزان الحکمۃج ۲ص ۲۱۵)

امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اَلدّینُ هوالحُبُّ وَالحُبُّ هُوالدّین

دین ہی محبت ہے اور محبت ہی دین ہے(بحارالانوار ج ۶۶ص ۲۳۸)

واضح ہے کہ سچی محبت عمل اور پیروی کا باعث بنتی ہے اور نافرمانی اورمخالفت سے باز رکھتی ہے [1]

۱:اس بارے میں مزید جاننے کے لئے بحارالانوار کی جلد ۶۶ میں صفحہ نمبر ۲۳۶تا ۲۵۳پر ''باب الحب فی اللہ والبغض فی اللہ'' خدا میں حب اور بغض'' سے متعلق احادیث کا مطالعہ کیجئے۔

یہ محبت پیدا کرنے کے لئے لوگوں کی نفسیاتی حالت اور قلبی آمادگی کو پیش نظر رکھنا چاہئے کیونکہ محبتِ اہلِ بیت ؑ غیر مستعد (نالائق) اور غیر آمادہ دلوں میں جگہ نہیں بناتی جیسے سخت چکنے پتھر پر پانی نہیں ٹھہرتا اور پتھریلی زمین قابلِ کاشت نہیں ہوتی۔

اہلِ بیت ؑ کے حقوق اور ہماری ذمے داریاں

متعدد روایات میں مودتِ اہلِ بیت ؑ کے علاوہ، ہم پر عائد ہونے والے اہلِ بیت ؑ کے حقوق اور خاندانِ پیغمبر ؑ کے مقابل ہماری ذمے داریوں کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ اہلِ بیت ؑ کی ولایت، محبت، مودت اور نصرت کے بارے میں احادیث کے کئی ابواب موجود ہیں ان حقوق اور ذمے داریوں کی فہرست کچھ یوں ہے:

۱:- مودت و محبت

زیارتِ جامعہ میں ہے کہ:

بِمُوالاتِکم تُقْبَلُ الطّاعةُ المفتَرضة ولکم المودّةُ الواجبة

آپ کی ولایت کے سبب سے (بارگاہِ الٰہی میں) واجب اطاعتیں قبول ہوتی ہیں اور آپ کی مودت واجب ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک مفصل حدیث میں سلمانؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ کو خطاب کر کے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

اِنَّ مودّة اهلِ بیتی مفروضَةٌ واجِبَةٌ عَلیٰ کُلِّ مؤمِنٍ ومؤ منةٍ

میرے اہلِ بیت کی مودت ہر باایمان مرد اور عورت پر فرض اور واجب ہے (بحار الانوار ج ۲۲ ص ۳۱۵)

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

علیکم بِحُبِّ آلِ نبیّکم فانّہ حقّ اللہ علیکم

تمہیں چاہئے کہ اپنے نبی کی آل سے محبت کرو، کیونکہ یہ تم پر عائد ہونے والا خدا کا حق ہے(غرر الحکم حدیث ۶۱۶۹)

۲:- ان سے وابستہ ہونا

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَن تَمسّکَ بِعِترتی مِن بَعدی کان من الفائزین

جو کوئی میرے بعد میرے اہل بیت سے وابستگی اختیار کرے گا وہ کامیاب لوگوں میں سے ہو گا(اهل البيت فى الكتاب والسنةص ۳۶۹)

۳:- ان کی ولایت و رہبری قبول کرنا

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

لنا علی النّاس حقُّ الطاعةِ والولایةِ۔

لوگوں پر ہماری اطاعت و ولایت کا حق عائد ہوتا ہے(غرر الحکم)

۴:- انہیں دوسروں پر مقدم رکھنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے:

اهلُ بَيتى نُجومٌلِأَ هلِ الارضِ، فلا تَتَقَدَّمُوهم وَقَدِّموهم فَهُمُ الوُلاةُبعدى

میرےاہل ِ بیتاہل ِ زمین کے لئے ستارے ہیںپس ان سے آگے نہ بڑھنا بلکہ انہیں آگے رکھنا کہ یہ میرے بعد سر والی ہیں

(احتجاج برسی ج اص ۱۹۸)

۵:- دینی و دنیاوی امور میں ان کی اقتدا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی کا ارشاد ہے:

اَهلُ بيتى يُفرِّقون بين الحقِّ والباطلِ وَهُمُ الائمةُ الّذينَ يُقتدىٰ بهم

میرےاہل ِ بیتحق اور باطل کو جدا کرتے ہیں اور وہ ایسے پیشوا ہیں جن کی اقتدا کی جانی چاہئے(احتجاج برسی ج اص ۱۹۷)

۶:- ان کی تکریم و احترام

ايّها الناس!عَظِّمواأهلَ بيتى فى حياتى ومِنْ بعدى وَ اَكرِمُوهم وفَضِّلُوهم

اے لوگو! میرےاہل ِ بیت کی تعظیم کرو، میری زندگی میں بھی اورمیرے بعد بھی،ان کااحترام و تکریم کرو اور انہیں دوسروں پر فوقیت دو (احقاق الحق۔ ج۵۔ ص۴۲)

۷:- اپنے اموال اور آمد نیات میں سے خمس ادا کرو

سورہ انفال کی آیت ۴۱ میں خُمس کو خدا، رسول اور ذوی القربیٰ کے لئے قرار دیا گیا ہے۔

۸:- ان سے اور ان کی ذرّیت سے حسن سلوک اور ان سے وابستہ ہونا

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ لَمْ یَقدِرْ عَلیٰ صِلَتِنا فَلْیَصِل صالحِی مَوالینا یُکْتَبْ له ثوابُ صِلَتِنا

جو کوئی ہمارے ساتھ نیکی پر قادر نہ ہو، اسے چاہئے کہ ہمارے دیندار محبوں سے نیکی کرے تاکہ اسکے لئے ہم سے تعلق اور ہمارے ساتھ نیکی کا ثواب لکھا جائے(ثواب الاعمال ص ۱۲۴)

۹:- ان پر درود و سلامؑ بھیجنا

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلّیٰ صَلوةً لَمْ یُصَلِّ فیها عَلَیَّ وَلا عَلیٰ اهلِ بیتی لَمْ یُقْبَلْ مِنه

جو کوئی نماز پڑھے اور اس میں مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ بھیجے، تو ایسے شخص کی نماز قبول نہیں کی جائے گی(احقاق الحق ج ۱۸ص ۳۱۰)

۱۰:- ان کا اور ان کے فضائل کا تذکرہ کرنا

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

خیرُالناس مِن بعدِنا مَن ذاکرأمرَناودعاالی ذِکرِنا

ہمارے بعد لوگوں میں بہترین شخص وہ ہے جو ہمارے کام اور ہماری تعلیمات کا ذکر کرے اور لوگوں کو ہمارے ذکر کی دعوت دے (امالیء طوسی ص ۲۲۹)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے :

اِنّ ذِکرَنا مِنْ ذِکراللّٰہوذِکرُعدوّنامِن ذِکر الشیطان

ہمارا ذکر خدا کا ذکر ہے اور ہمارے دشمن کا ذکر شیطان کا ذکر ہے (کافی ج ۲ص ۴۹۶)

۱۱:- ان کے مصائب اور مظلومیت کا ذکر کرنا

امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجالسِ عزائےاہل بیتؑ کے بارے میں فرمایا ہے:

اِنَّ تِلکَ المجالسَ اُحِبُّھافَاَحْیُوااَمرَنا، اِنّہ مَن ذَکَرَنا اوذُکِرْنا عِندَہ فَخَرجَ مِن عَینَیہِ مثلُ جَناحِ الذّبابِ غَفراللّٰہ لہ ذُنوبَہ

ہم اِن مجالس کو پسند کرتے ہیں ہمارے امر اور ہماری فکر کو زندہ رکھو بے شک جو کوئی ہمارا ذکر کرے یا اس کے سامنے ہمارا ذکر کیا جائے اور اسکی آنکھ سے پرِ مگس کے برابر بھی آنسو نکل آئے، تو ایسے شخص کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں(ثواب الاعمال ص ۲۲۳)

۱۲:- ان کی قبور مطہر کی زیارت کرنا

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِنَّ لِکُلِّ اِمامٍ عهداً فی عُنُقِ اولیا وشیعتِهِ، وانّ مِن تمامِ الوفاءِ بالعهدِ زیارةُ قبورهم

ہر امام کی طرف سے اس کے چاہنے والوں اور پیروکاروں کے ذمے ایک عہد و پیمان ہے اور اس عہد و پیمان سے مکمل وفاداری کی علامت قبور ائمہ کی زیارت ہے(من لا یحضر الفقیہ ج ۲ص ۵۷۷)

قبورِ ائمہ کی زیارت اس قدر زیادہ اجتماعی اور تربیتی اثرات کی حامل ہے کہ اسے حج اور خانہ خدا کی زیارت کے کمال کی علامت شمار کیا گیا ہےبکثرت احادیث میں اہلِ بیت اور ائمہ معصومین کی حیات اور ان کی وفات کے بعد بھی ان کی زیارت کی تاکید کی گئی ہے [1]امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے: لوگوں کو ان پتھروں (خانہ کعبہ) کی طرف آنے، ان کا طواف کرنے، اس کے بعد ہمارے پاس آنے، ہم سے اپنی ولایت اور وابستگی کی اطلاع دینے اور ہمارے لئے اپنی نصرت کے اعلان کا حکم دیا گیا ہے(وسائل الشیعہ ۱۰میزان الحکمۃج ۴وغیرہ)حج کا یہ اجتماعی اور سیاسی پہلو، ائمہ حق کی نصرت اوران سے محبت کے تعلق کی نشاندہی کرتا ہےزیارت کا وہ عظیم ثواب جس کا ذکر روایات میں کیا گیاہے، بالخصوص کربلااور خراسان کی زیارت، زیارتِ اربعین و عاشورا اور دور و نزدیک سے زیارت، وہ اس مسئلے کی اہمیت کی علامت ہےقبورِ ائمہ کی زیارت، ائمہ کے حوالے سے ہماری ذمےداری ہونے کے ساتھ ساتھ، ہمارے دلوں میں ان کی محبت پیدا ہونے کا باعث بھی بنتی ہے(اس بارے میں ہم بعد میں گفتگو کریں گے)رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایاہے:

الزّیارةُ تُنْبِتُ الموَدَّةَ

زیارت و دیدار، مودت اور دوستی پیدا کرتا ہے (بحارالانوارج ۷۱ص ۳۵۵)

۱:-زیارت سے متعلق روایات کے لئے ان کتب سے بھی رجوع کیا جا سکتا ہےبحار الانوارج ۹۷-۱۰۱ ۹۹، من لا یحضر الفقیہ ج ۲، کامل الزیارات، عیون اخبار الرضا۔

محبت پیدا کرنے کے طریقے

۱:-بچپنے سے پہلے کا دور

۲:-آبِ فرات اور خاک شفا سے تعلق

۳:-محبوبیت چاہنے سے استفادہ

۴:-شیعہ پر اہلِ بیتؑ کی عنایات کی جانب متوجہ کرنا

۵:-حبِ آلِ محمدؑ کی فضیلت بیان کرنا

۶:-اس محبت کی ضرورت اور فوائد بیان کرنا

۷:-محبِ اہلِ بیتؑ کی اہمیت کا اظہار کرنا

۸:-تعظیم و تکریم اور تعریف

۹:-مراسم کا انعقاد اور شعائر کی تعظیم

۱۰:-طالبِ کمال ہونے کی حس سے استفادہ

۱۱:-ولیء نعمت کا تعارف

۱۲:اہلِ بیتؑ کے فضائل اور اُن کی تعلیمات کا ذکر

۱۳:-اپنی روزمرہ کی خوشیوں کو حیاتِ ائمہؑ سے منسلک کرنا

۱۴:-محبت کم کرنے والی چیزوں سے پرہیز

۱۵:-روحانی اور معنوی ماحول پیدا کرنا

۱۶:-کتابوں کا تعارف اور مقالات و اشعار تحریر کرنا

۱۷:-محبانِ اہلِ بیتؑ کے قصے

۱۸:- انجمن سازی

ا:- بچپنے سے پہلے کا دور

وہ عوامل جو ایک انسان کی شخصیت کی تشکیل میں موثر ہوتے ہیں، ان کا آغاز اسکول میں اس کے داخل ہونے اورمعاشرے میں اس کے قدم رکھنے سے بہت پہلے ہو چکا ہوتا ہےان عوامل کا تعلق بچے کی خوراک، ماں کے دودھ، والدین کی شخصیت، ایام حمل کے حالات اور نطفے کے رقرار پانے وغیرہ جیسے مسائل سے ہوتا ہےہاں، اس سلسلے میں وراثت کا پہلو بھی اپنی جگہ اہمیت رکھتا ہے۔

اہل دانش، سنجیدہ اورمہذب انسان ایک پاک، شریف، باایمان، صالح اورکامیاب نسل وجود میں لانے کی خاطرمذکورہ نکات اور باریکیوں کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں۔

ہم بہت سے بزرگان دین اور شہدائے اسلام کی سوانح حیات میں پڑھتے ہیں، یاہم ان کے متعلق سنتے ہیں کہ ان کی مائیں انہیں باوضو ہو کر دودھ پلاتی تھیںجن دنوں یہ افراد اپنی ماؤں کے شکم میں ہوتے تھے، یا وہ انہیں دودھ پلاتی تھیں، ان دنوں میں وہ اپنے روحانی حالات، غذاؤں، تقریبات میں شرکت اور مطالعے کے لئے کتب کے انتخاب کی جانب خاص دھیان رکھتی تھیںاس دوران ماؤں کا یہ احتیاط اور دھیان بچوں کی شخصیت اور ان کی عادات و اطوار پر اثر انداز ہوتا ہے۔

ایام حمل اور دودھ پلاتے وقت ماں کونسی آوازیں (ترانوں یا تلاوت قرآن، یا نوحوں اور قصیدوں کے کیسٹ) سنتی ہے، کونسی تصاویر اور فلمیں دیکھتی ہے، کیسی تقریبات میں شرکت کرتی ہے، کن لوگوں سے میل جول رکھتی ہے، یہ سب باتیں بچے کی روحانی اور معنوی شخصیت کی تشکیل پراثر انداز ہوتی ہیںبعض مائیں امام حسین علیہ السلام کے دسترخوان، مجالس کے حصوں اور نذر و نیاز میں دیئے گئے کھانوں کو تبرک کی نیت سے استعمال کرتی ہیںیہ عقیدے اور ایمان بچے میں بھی منتقل ہوتے ہیں۔

خداوند عالم سے صالح فرزند کی دعا کرنا، ولادت کے وقت اس کے کان میں اذان و اقامت کہنا، اس کے لئے اچھا نام منتخب کرنا، اس بات کے پیش نظر کہ دایہ کا اخلاق بچے میں منتقل ہوتا ہے) اسے دودھ پلانے کے لئے پاک سیرت دایہ کا انتخاب کرنا، بچے کو دریائے فرات کا پانی اور خاکِ شفا چٹانا، اسے قرآنی آیات اور احادیثِ معصومین ؑ یاد کرانا، اسے نماز روزے کی تلقین کرنا اور ایسے ہی دوسرے اسلامی آداب و رسوم کا خیال رکھنا اس بات کی علامت ہے کہ یہ امور بچوں کی عادات و اطوار پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ ؑ نے فرمایا:

میں نے خدا سے خوبصورت اور خوش قامت بچے طلب نہیں کئے، بلکہ میں نے پروردگار سے دعا کی کہ مجھے ایسے فرزند عطا فرما جو خدا کے اطاعت گزار اور اس سے خوف کھانے والے ہوں تاکہ جب بھی میں انہیں اطاعتِ الٰہی میں مشغول دیکھوں تو میری آنکھوں کو ٹھنڈک لے

(بحار الانوار ج ۱۰۱ص ۹۸)

امام زین العابدین ؑ نے بھی بچوں کے لئے اپنی مخصوص دعا میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ تردینی، روحانی اور اخلاقی خوبیاں اور تقوی، بصیرت، اطاعتِ الٰہی، اولیا اللہ سے محبت اور دشمنانِ خدا سے دشمنی جیسی خصوصیات طلب کی ہیں۔

وَاجعلهم اَبراراً اَتْقياءَ بُصَراءَ سامعينَ مُطيعينَ لک

وَلِاَ وليا ئک مُحِبّينَ مُناصِحينَ و لجميعِ اَعْداءِ ک مُعٰاندينَ و مُبغِضينَ

اور انہیں نیکو کار، پرہیز گار، روشن دل، حق بات سننے والا، اپنا مطیع و فرمانبردار، اپنے دوستوں کا دوست اور خیر خواہ اور اپنے تمام دشمنوں کا دشمن اوربد خواہ قرار دے(صحیفہ سجادیہ دعا نمبر ۲۵)

پس بچپنے کا مرحلہ بچوں کی دینی تربیت اور ان میں خدا اور اُس کے محبوب بندوں سے اُنس و الفت پیدا کرنے کا دور ہے اور ان میں محبتِ اہلِ بیتؑ پیدا کرنا بھی اس دینی تربیت کا حصہ ہے ہمارا مجالسِ عزائے حسینؑ میں شرکت کرنا اور وہاں ابا عبداللہ الحسینؑ کے سوگ میں اشک بہانا، ائمہؑ اور اہلِ بیتؑ کے اقوال و احادیث سننا، ہمارے ان بچوں پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے جو ہماری آغوش میں ہوتے ہیں یا شکمِ مادر میں پرورش پا رہے ہوتے ہیں محبتِ اہلِ بیتؑ کی جڑیں بچپنے اور شیر خوارگی کے زمانے ہی سے مضبوط ہونے لگتی ہیں اور جوانی اور بزرگ سالی میں اس سے کلیاں، پھول اور پھل ظاہر ہونے لگتے ہیں اس نتیجے کا حصول بچوں کی شیر خوارگی اور نوزائیدگی کے زمانے ہی سے اس جانب والدین کی توجہ اوران کے طرزِ عمل سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا ہمیں معاشرے میں قدم رکھنے والے اپنے بچوں اور جوانوں کی دینی تربیت اور ان میں خدا کے محبوب بندوں سے محبت و الفت کی نشو ونما کی اہمیت اور ضرورت کی جانب متوجہ رہنا چاہیے۔

ہمارے پاس اپنے بچوں اور جوانوں کو محب آلِ محمدؑ اور دوستدارِ اہلِ بیتؑ بنا نے کے مختلف طریقے موجود ہیں ان میں سے کچھ طریقے ذہنی اور نظری (theoretical) پہلو کے حامل ہیں یعنی ایسے موضوعات پر گفتگو کرنا جن کے نتیجے میں خاندانِ پیغمبرؑ کی جانب کشش اور میلان پیدا ہو اس حوالے سے نمایاں طریقوں میں ان ہستیوں کے فضائل و مناقب، بارگاہِ الٰہی میں ان کے بلند مقام، ان اولیائے الٰہی کی سیرت و سوانح کا بیان اور حتیٰ ان کی شکل وصورت اور ظاہری اوصاف کا تذکرہ شامل ہے انبیاؑ اور ائمہؑ سے منسوب تصاویر کے ذریعے بھی بعض لوگوں میں ان سے محبت و عقیدت پیدا ہوتی ہے۔

دوسرا پہلو عملی طریقوں پر مشتمل ہے یعنی ایسے پروگراموں کا انعقاد اور مفید نکات پر توجہ جن کے نتیجے میں بچوں اور جوانوں کے دلوں میں محبتِ اہلِ بیتؑ پیدا ہو یہ کام والدین، اساتذہ، تربیتی امور کے ذمے دار علما و دانشور اور نسلِ جواں کے پسندیدہ افراد اچھے طریقے سے انجام دے سکتے ہیں۔

اب ہم ان میں سے کچھ راستے اور طریقے پیش کرتے ہیں

۲:- آبِ فرات اور خاک شفا سے تعلق

اہل بیت ؑ سے تعلق رکھنے والی اشیا اور علامات سے استفادہ ان سے محبت اور دوستی کے رشتے کو مضبوط رکھتا ہے "عاشورا" اس گھرانے سے رشتہ عقیدت کی برقراری کا نمایاں ترین مظہر ہے "شہادت" اور "تشنگی" عاشورا کے دو اہم ترین مظہر ہیں "آبِ فرات" امام حسینؑ اور ان کے انصار باوفا کی تشنگی اور حضرت عباس ؑ کی وفا یاد دلاتا ہے جبکہ خاکِ شفا "ثار اللہ" کے خون سے گندھی ہوئی ہے اوران دونوں میں عاشورا کی ثقافت اور حبِ اہل بیت ؑ پائی جاتی ہے۔

شیعہ تعلیمات میں جن مذہبی رسوم کو اہمیت دی گئی ہے، ان میں سے ایک رسم ولادت کے موقع پر بچے کو آبِ فرات اور خاکِ شفا چٹانا ہے۔

یہ عمل بچوں کی ولادت کے وقت ہی سے اہل بیتِ رسول ؑ اور عاشورا سے ان کا رشتہ جوڑنے کا باعث بنتا ہے اسی طرح یہ عمل یہ رشتہ جوڑنے اور یہ تعلق قائم کرنے کے لئے ان بچوں کے والدین کے شوق کی علامت بھی ہے یہ آب اورخاک قدرتی طور پر بچے کی سرشت و طینت اور اسکی عادات و اطوار پر اثرمرتب کرتی ہے بہت سی احادیث کے مطابق، خداوند عالم نے حسین ابن علی ؑ کی تربت مطہر کی خاک میں شفا اور علاج کی خاصیت رکھی ہے (وسائل الشیعہ ج ۳ص ۴۱۱، بحار الانوارج ۹۸ص ۱۱۸) اس خاک اور اس پانی میں محبت ایجاد کرنے کا اثر بھی رکھا گیا ہے۔

پس اپنے بچوں میں محبتِ اہل بیت ؑ ایجاد کرنے کے عملی طریقوں میں سے ایک طریقہ اس رسم پر عمل کرنا ہے روایات میں بھی اسکی جانب متوجہ کیا گیا ہے امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

حَنّكوااولادَكم بماءِ الفراتِ

اپنے نومولود کا دہن آبِ فرات سے تر کرو (بحار الانوارج ۹۷ص ۲۳۰)

امام جعفر صادق علیہ السلام ہی نے سلیمان بن ہارون بجلی سے فرمایا:

ما اَظُنُّ احداً یُحَنِّکُ بماء الفراتِ الاَّ احبَّنا اهلَ البیت

میں نہیں سمجھتا کہ کسی نے آبِ فرات سے اپنے نومولود کا دہن تر کیا ہو اور وہ (بچہ) ہم اہلِ بیت کا محب نہ ہو

(بحارالانوار ج ۹۷ص ۲۲۸، ۲۳۰)

امام جعفر صادقؑ نہرِ فرات کو جنت کی ایک نہر قرار دیتے تھے، جو خدا پر ایمان لائی ہے اور ایک روز اس میں جنت سے ایک قطرہ آ کر گرا تھا نیز آپؑ نے فرمایا ہے:

مَن شَرِبَ مِن ماء الفراتِ وَحنَّکَ به فهومحبّنااَهلَ البیت

جو کوئی آبِ فرات نوش کرے یا اس سے بچے کے دہن کو تر کرے، تو یقیناً وہ ہمارے خاندان کا محب ہو گا(بحارالانوار ج ۹۷ص ۲۲۸، ۲۳۰)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے:

اِنَّ اهلَ الکوفةِ لَوْحَنَّکوااولادَ هم بماء الفراتِ لکانواشیعةً لنا

اگراہلِ کوفہ نے اپنے بچوں کے دہن کو آبِ فرات سے تر کیا ہوتا، تو وہ ہمارے شیعہ ہو جاتے(ایضاح ج ۶۳ص ۴۴۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

مااحدٌ یَشربُ من ماءِ الفراتِ وَ یُحَنِّکُ به اذااولَدَ الّااَحبَّنا، لِأنَّ الفراتَ نهرٌمؤمِنٌ

کوئی ایسا نہیں جس نے آبِ فرات پیا ہو، یا اپنے بچے کے دہن کو آبِ فرات سے تر کیا ہو اور وہ ہمارا محب نہ ہوا ہو کیونکہ فرات مومن نہر ہے (ایضاح ۱۰۱ص ۱۱۴)

امام ؑ نے بچوں کی ولادت کے موقع پر ان کو خاکِ شفا چٹانے کی بابت حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

حَنِّکوااولادَکم بِتُربةِ الحسینِ، فانّھااَمانٌ

اپنے بچوں کو خاکِ شفا چٹاؤ کیونکہ یہ ان کے امن و امان کا باعث ہے

(وسائل الشیعہج ۱۰ص ۴۱۰بحارالانوارج ۹۸ص ۱۲۴ اور ۱۳۶)

البتہ روایات میں زور دے کر یہ بات کہی گئی ہے کہ خاکِ شفا سے علاج کی غرض سے یہ استفادہ اس وقت سود مند ثابت ہو گا جب انسان اس بات پر یقین رکھتا ہو کہ خداوند عالم نے خاکِ شفا میں یہ منفعت اور خیر کا پہلو رکھا ہے(بحارالانوارج ۹۸ص۱۲۳)

پانی یا شربت میں خاکِ شفا کو حل کر کے علاج کی غرض سے اسے پینے یا دوسروں کو پلانے کی یہ رسم، ائمہ ؑ کے زمانے میں بھی رائج تھی (ایضاًص ۱۲۱) اور آج بھی مکتبِ اہل بیت ؑ کے ماننے والوں میں اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

۳:-محبوبیت چاہنے سے استفادہ

ہر انسان چاہتا ہے کہ دوسرے اس سے محبت کریں اور اس پر توجہ دیں لوگوں کو جذب اور مائل کرنے کے لئے ان سے محبت و عقیدت کا اظہار انتہائی موثرواقع ہوتا ہے ہر انسان کی دلی آرزو ہوتی ہے کہ کوئی اہم، معروف اور معتبر ہستی اس سے محبت اور چاہت کا اظہار کرےاور اگر یہ اظہارِ محبت و پسندیدگی خدا، رسول ؐ اور ائمہ اطہار ؑ کی طرف سے کیا جارہا ہو، تو کیا کہنے!!

اس بنیاد پر ہمیں لوگوں کے ذہن میں یہ بات بٹھانا چاہئے کہ اہلِ بیت ؑ سے محبت اور ان سے ولایت رکھنے کی وجہ سے انسان خدا اور اس کے رسول کی محبت کا مستحق ہو جاتا ہے کیا کوئی نعمت اس سے بھی بڑھ کر ہو سکتی ہے؟

اس بات کا اظہار کہ ائمہ ؑ اپنے محبوں سے محبت کرتے ہیں، لوگوں کے دلوں میں ائمہ ؑ کی محبت پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے اس بارے میں بکثرت روایات ہیں، ان ہی میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ :

ایک شخص امام علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

السلام علیکَ یا امیرالمؤمنین ورحمة اللهوبرکاته، کیفَ اصبَحْتَ؟

اے امیر المومنین! آپ پر سلام (اور خدا کی رحمت و برکت) ہوآپ نے کس حال میں ج کی؟

امامؑ نے ر اٹھا کے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا:

اصبحتُ مُحِبّاً لِمُحِبِّنا ومُبغِضاً لِمَن یُبغِضُنا

میں نے اس حال میں ج کی کہ اپنے محب سے محبت رکھتا ہوں اور اس کا دشمن ہوں جو ہم سے دشمنی رکھتا ہے(سفینۃ البحارج ۲ص ۱۷)

۔ باہمی محبت اور خدااور بندے یا پیغمبر اور امت کے ایک دو رے سے خوش ہونے کا ذکرایک سود مند عمل ہےاس ۔ بارے میں قرآنِ مجید میں َ بھی مثالیں پائی جاتی ہیں، جیسے :

رَّضِیَ اللهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْه

خدا ان سے را ی ہوگا اور وہ خدا سے را ی ہوں گے

(سورہ مائدہ ۵آیت ۱۱۹، سورہ توبہ ۹آیت ۱۰۰، سورہ مجادلہ ۵۸آیت ۲۲، سورہ بینہ ۹۸آیت ۸)

فَسَوْفاَا یَاْتِی اللهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَه

تو عنقریب خدا ایک قوم کو لے آئے گا جو اسکی محبوب اور اس سے محبت کرنے والی ہے(سورہ مائدہ ۵آیت ۵۴)

یہ ۔آیات صاحبانِ ایمان، صاحبانِ عملِ صالح، دیندار اور راہِ خدا میں ثابت قدم رہنے والے افراد کے ۔ بارے میں ہیں

اسی طرح یہ سوال رکھتا کہ خدا کن لوگوں سے محبت رکھتا ہے؟ اوراس کا یہ جواب دینا کہ محبانِاہل ِ بیت ؑ سےاورؔ پھر یہ نتیجہ دینا کہ اہل ِ بیت ؑ سے مودت کے نتیجے میں انسان خدا کا محبوب بن جاتا ہے خاندانِ پیغمبر ؑ سے محبت میں اضافے کا باعث ہے

خدا کے منتخب بندوں سے محبت رکھنا بھی باعثِ انتخار ہے، اور ان کا محبوب ہونا بھی فضیلت کی بات ہےہم ائمہ ؑ کے حرم میں پڑھی جانے والی زیارتِ امین اللہ میں خدا کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ :

مُحِبَّةً لِصَفْوَةِ اولیاء ک، مَحبوبةً فی أَرضِک و سماء ک

۔ بار الہا ! ہمیں اپنے برگزیدہ اولیا سے محبت کرنے والا بنا دے اور اپنی زمین اور اپنے آسمان پر محبوب قرار دے

(مفاتیح الجنان، زیارت امیر المومنین، زیارتِ امین اللہ)

اہل ِ بیت ؑ سے محبت، انسان کو اس گھرانے کا ہم دل و ہم ساز بنا دیتی ہے اور وہ اس خاندان کا ایک رکن بن جاتا ہےجیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلمانِ فارسیؓ کو اپنے خاندان کا ایک فرد قرار دیا اور فرمایا کہ: سلمان منا اہل البیت (سلمان ہم اہل ِ بیت میں سے ہےمناقب ابن شہر آشوب ج اص ۸۵)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی بات حضرت ابوذر غفاریؓ کے بارے میں بھی فرمایا ہے اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی فضیل بن یسار (رجال کشی ج۲ص ۴۷۳ اور ۳۸۱) اور یونس بن یعقوب (اختصاص ۶۸۵)کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ ہم اہل ِ بیت ؑ میں سے ہیں

کسی انسان کا خاندانِ پیغمبر میں شمار کیا جانا اسکے لئے ایک عظیم نعمت ہےمحبِ اہل ِ بیت ؑ وہ اعزاز ہے جس کے ذریعے ان کا محب یہ امتیاز حاصل رکھتا ہےاس سلسلے میں درجِ ذیل دو احادیث پر توجہ فرمایئے، جن میں سے ایک محبت کو اور دوسری تقوی اور عمل ِ صالح کو گروہِ اہل ِ بیت کی رکنیت کاذریعہ قرار دیتی ہے

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے:

مَنْ اَحَبَّنا فهومِنّااَهل البيتِ

جو کوئی ہم سے محبت کرتا ہے وہ ہم اہلِ بیت میں سے ہے

(تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۳۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

مَنِ اتّقىٰ مِنكم وَاَصْلَحَ فهومنّا اهلَ البيت

تم میں سے جو کوئی تقویٰ اختیار کرے، اور اصلاح کے لئے کوشاں ہو، وہ ہم اہلِ بیت میں سے ہے (ایضاً)

اس نکتے کی جانب توجہ اہمیت کی حامل ہے کہ تقویٰ اور نیکوکاری کے بغیر صرف محبِ اہلِ بیتؑ کام نہیں آئے گی اور حقیقی محبت انسان کو اپنے محبوب کا ہمدم وہم ساز اور ہمرنگ بنا دیتی ہے

۴:- شیعوں پر اہلِ بیتؑ کی عنایات کی جانب متوجہ کرنا

اہلِ بیتؑ کے پیروکار اور ان کے محبین خاندانِ پیغمبر کی توجہ، عنایات اور قدردانی کا مرکز ہوتے ہیں خاندانِ نبوت کی اس محبت، تکریم اور عنایت کی جانب متوجہ رہنا اور اس کی طرف دوسروں کی توجہ مبذول کرانا، دلوں میں ان کی محبت ایجاد کرتا ہے اور پہلے سے موجود محبت میں اضافہ کرتا ہے۔

اہلِ بیتؑ اپنے محبوں کو پسند کرتے ہیں، انہیں چاہتے ہیں اور انہیں اپنے آپ سے تعلق رکھنے والے درخت کی شاخیں قرار دیتے ہیں دنیا میں ان کی مشکلات حل کرتے ہیں، آخرت میں ان کی شفاعت کرتے ہیں اور اپنے محبوں کو کبھی نہیں بھولتے۔

اس بارے میں بھی بہت ساری احادیث موجود ہیں، ہم یہاں چند احادیث بطور مثال پیش کرتے ہیں:

حذیفہ بن اُسَید غفاری کہتے ہیں: جب امام حسن علیہ السلام معاویہ سے صلح کے بعد مدینہ واپس تشریف لا رہے تھے، تو میں ان کے ہمراہ تھا۔ ان کے پاس مال و اسباب سے لدا ہوا ایک اونٹ تھا، جو ہمیشہ اُن کے ساتھ ساتھ رہتا تھا، کبھی جدا نہیں ہوتا تھا۔ ایک روز میں نے عرض کیا: اس اونٹ پر کیا لدا ہے جو آپ سے جدا نہیں ہوتا؟

امام نے فرمایا: تمہیں نہیں معلوم کیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ امام نے فرمایا: دیوان ہے۔ میں نے عرض کیا کس چیز کا دیوان (رجسٹر) ہے؟ فرمایا:

دیوانُ شیعتِنافیه اَسماؤ هُم

ہمارے شیعوں کا دیوان ہے، اس میں ان کے نام درج ہیں

(بحار الانوار ج ۲۶ ص ۱۲۴)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابو بصیر سے فرمایا:

وَعَرَفْنا شیعتناکَعِرفانِ الرّجُلِ اهلَ بیته

ہم اپنے شیعوں کو اسی طرح پہچانتے ہیں جیسے ایک انسان اپنے اہلِ خانہ کو پہچانتا ہے (بحار الانوار ج ۲۶ ص ۱۴۶)

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم جس کسی کو دیکھتے ہیں پہچان لیتے ہیں کہ وہ مومنِ حقیقی ہے یا منافق ہمارے شیعہ لکھ دیئے گئے ہیں ان کے نام اور ان کے آباواجداد کے نام جانے پہچانے ہیں خدا نے ہم سے اور ان سے عہد لیا ہے کہ جہاں ہم جائیں گے وہاں وہ بھی داخل ہوں گے۔

اِنَّ شیعتَنا لمکتوبُونَ مَعْرُوفون بِأسماءِهِم واسماء آباءهم، اَخَذَاللہ المیثاقَ علیناوعَلَیهم، یَرِدونَ مَوارِدَناوَیَدخُلون مَداخِلَنا(بحار الانوارج۲۳ص۳۱۳)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے آیتِ قرآن: وَمِمَّنْ هَدَیْنَاوَاجْتَبَیْنَا(جنہیں ہم نے ہدایت دی اور منتخب کیاسورہ مریم ۱۹آیت ۵۸)کے بارے میں فرمایا:

فَهُم وَاللهِ شیعَتُناالّذین هَدٰاهُمُ اللهُ لِمَوَدَّتِنٰاوَاجْتَبَاهُمْ لِدینِنا

خدا کی قسم، یہ ہمارے شیعہ ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کی خدا نے ہماری مودت اور محبت کی جانب رہنمائی کی ہے اور انہیں ہمارے دین کے لئے منتخب کیا ہے(بحار الانوار ج۲۴ص ۲۲۴)

خاندانِ رسول سے محبت اور ان کی پیروی ایک ایسی گرانقدر توفیق ہے جو ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی اور ہمیں چاہئے کہ اس نعمت پر خدا کا شکر ادا کریں۔

ائمہ کی اپنے شیعہ پر دوسری عنایت روزِ قیامت شفاعت کی صورت میں ظاہر ہو گی، جس کی جانب وہ احادیث اشارہ کر رہی ہیں جو ہم بعد میں بیان کریں گے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے قرآن کی آیت: اِنَّ اِلَیْنَآاِیَابَھُمْ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَھُمْ (یقیناً انہیں ہماری طرف پلٹ کر آنا ہے پھر یقیناً ان کا حساب لینا ہمارے ذمے ہےسورہ غاشیہ ۸۸آیت ۲۵، ۲۶) کے ذیل میں فرمایا ہے:

اِذٰا کٰانَ یَومَ القِیٰامَةِ جَعَلَ اللّٰہُ حسابَ شیعَتِناعَلَینا

جب روزِ قیامت آئے گا، تو خداوند عالم ہمارے شیعوں کا حساب ہمارے ذمے کر دے گا(بحار الانوار ج ۷ص ۲۰۳)

آپ ؑ ہی کی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ:

نَشْفَعُ لِشیعَتِنٰافَلاٰ یَرُدُّنٰارَبُّنٰا

ہم اپنے شیعوں کی شفاعت کرتے ہیں اور خداوند عالمؑ بھی ہماری شفاعت کو مسترد نہیں کرتا(بحارالانوار ج ۸ص ۴۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَیْنَمانَکُونُ فَشیعتُنٰامَعَنا

جہاں کہیں ہم ہوں گے، ہمارے پیروکارؑ بھی ہمارے ساتھ ہوں گے

(بحارالانوار ج ۸ص ۴۱)

حتیٰ یہ ساتھ جنت میں داخلے کے وقت بھی ایسا ہی ہوگا حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

وخمسةُ ابوابٍ یَدخُل مِنها شیعتُنٰاوَمُحبّونا

جنت کے آٹھ دروازوں میں سے پانچ دروازوں سے ہمارے شیعہ اور محب داخل ہوں گے(بحارالانوار ج ۲ص ۲۰۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے مسجد میں شیعوں کے ایک گروہ کو دیکھا، آپ ؑ ان کے نزدیک گئے، انہیں سلام کیا اور فرمایا:

وَاللهِ اِنی لَاُحبُّ ریحَکُم وَارواحَکم اَنتمُ السّابِقونَ الی الجنّة، قدضَمِنّا لکم الجنانَ بِضَمانِ اللهِ وَرَسُولِه اَلاوَاِنّ لِکُلِّ شَیءٍ شَرَفاًوَشرفُ الدینِ الشیعةُ، اَلاٰ اِنّ لِکُلِّ شی ءٍ عِماداً وَعِمادُ الدّینِ الشیعةُ، اَلاوانّ لکُل شیءٍ سَیّداً وَ سیّدُ المجالسِ مجالسُ شیعَتِناٰ

خدا کی قسم! میں تمہاری بو اور تمہاری روح کو پسند کرتا ہوں تقویٰ اور صبر و جہد کے ذریعے ہماری مدد کرو تم خدا کے دین کے مددگار ہو تم وہ لوگ ہو جو سب سے پہلے جنت کی طرف جاؤ گے ہم نے تمہارے لئے جنت کی ضمانت لی ہے ہر چیز کی بزرگی ہوتی ہے اور دین کی بزرگی شیعہ ہیں ہر چیز کا ستون ہوتا ہے اور دین کا ستون شیعہ ہیں ہر چیز کا سردار و رئیس ہوتا ہے اور بہترین مجالس اور ان کی سرور سردار ہمارے شیعوں کی مجالس ہیں

(بحارالانوار ج ۶۵ ص ۴۳)

امام محمد باقر علیہ السلام نے قرآنِ کریم میں ذکر ہونے والے شجرہ طیبہ کے بارے میں فرمایا: یہ درخت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں اسکا تنا علی ہیں اس کی شاخ فاطمہ ہیں اس کے پھل اولادِ فاطمہ ہیں اور اس درخت کے پتّے ہمارے شیعہ ہیں جب بھی ہمارے شیعوں میں سے کوئی اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے، تو اس درخت کا ایک پتّا گر جاتا ہے اور جب بھی شیعوں کے یہاں کسی کی ولادت ہوتی ہے، تو اس پتّے کی جگہ ایک دوسرا پتّا اُگ آتا ہے (بحارالانوار ج ۹ ص ۱۱۲)

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے:

اِنَّ اللہ تعالی اِطّلَعَ اِلَی الأرضِ فاختارَنٰاوَاختارلناشیعةً یَنصرونَناو یَفْرَحُونَ بِفَرَحِناوَیَحزَنُون لِحُزْنِناوَیَبْذِلُونَ اَنْفُسَهم وَاموالَهُم فینا، فاولئک مِنّاوَاِلَیناوَهُم مَعَنافِی الجِنَان

خداوند عالم نے زمین کی طرف ز ہ ڈالی اور ہمیں چن لیا، اور ہمارے لئے پیروکار منتخب کئے، جو ہماری مدد کرتے ہیں، ہماری خوشی میں خوش ہوتے ہیں، ہمارے غم میں غمگین ہوتے ہیں اور ہماری راہ میں اپنی جانوں اور اموال کو خرچ کرتے ہیں-پس وہ ہم سے اور ہماری طرف سے ہیں اور وہ جنت میں ہمارے ساتھ ہوں گے(میزان الحکمۃج ۵ص ۲۳۳)

مذکورہ روایات اس گھرانے کے پیروکاروں پر خدا اور اہل بیت کی عنایات اور اس محبت اور ولایت کے حامل لوگوں کے ممتاز مقام کو ظاہر کرتی ہیںنیہ خاص عنایات جو دو کرم کے حامل اس گھرانے سے انسان کی محبت میں اضافہ کرتی ہیں اور ان سے الفت و عقیدت پیدا کرتی ہیں۔

ائمہ طاہرین کی ز ہ میں اپنے شیعہ کی قدر ومنزلت، ان کی اپنے محبوں پر خاص توجہ اور محبین اہل بیت کے چشمے سے سیراب ہونے والوں اور آل اللہ سے ولا رکھنے والوں کے لئے خدا کے مقرر کردہ مقام کے بارے میں اس قدر احادیث موجود ہیں جن کا شمار ممکن نہیں اور جنہیں نقل کرنے کے لئے ایک انتہائی ضخیم کتاب درکار ہو گیلیکن ان احادیث کے ایک حصے کے مضامین سے آگہی کے لئے، ہم ذیل میں ان فضیلتوں اور خصوصیات میں سے بعض کے عناوین پیش کرتے ہیں[1]

۱:- ان کثیر احادیث کے متن کے مطالعے کے لئے بحارالانوار کے معجم المفہرس میں لفظ شیعہ کے ذیل میں آنے والی احادیث کو ملاحظہ کیجئے۔

شیعیانِ علی روزِ قیامت سیراب، رستگار اور کامیاب ہیں شیطان شیعیانِ علی پر مسلط نہیں ہوسکتا شیعیانِ علی شیعیانِ خدا ہیں شیعیانِ علی مغفرت شدہ ہیں شیعہ روزِ قیامت حضرت علیؑ کے ہاتھوں جامِ کوثر سے سیراب ہوں گے ان کے پیروکار دنیا اور آخرت میں کامیاب ہیں اگر شیعہ نہ ہوتے تو خدا کا دین مضبوط نہ ہوتا یہ بہترین بندگانِ خدا اور صراطِ حق پر ہیں انہوں نے دینِ اہلِ بیتؑ اپنایا ہے ہمارے شیعہ دوسروں کی نسبت خدا کے عرش اور ہم سے نزدیک تر ہیں ہمارے شیعہ دوسروں پر گواہ ہیں ہم اور ہمارے شیعہ اصحاب الیمین ہیں ہمارے شیعہ ہدایت یافتہ، گرانقدر، صادق اور شیطان کے تسلط سے نجات یافتہ ہیں قیامت کے دن ہمارے شیعہ ہنستے قبروں سے نورانی چہروں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے اور میدانِ حشر میں سوار ہو کر آئیں گے شیعہ نورِ خدا کے ذریعے دیکھتے ہیں ہماری طینت سے پیدا کئے گئے ہیں ہم بھی منتخب شدہ ہیں اور ہمارے شیعہ بھی ہمارے نور کی شعاع سے پیدا کئے گئے ہیں خداوندِ عالم ہمارے شیعہ کو دنیا ہی میں اسکے گناہوں سے پاک کردیتا ہے خدا نے ہمارے شیعوں سے میثاقِ ولایت لیا ہوا ہے ہم اپنے شیعوں پر گواہ ہیں اور ہمارے شیعہ دوسروں پر گواہ ہیں ہمارے شیعہ اپنے گھرانے کی شفاعت بھی کرسکتے ہیں شیعہ شہید دوسرے شہدا سے برتر ہے ہمارے باایمان پیروکار پیغمبر کے رفقا ہیں۔ احادیث میں شیعوں کے اور اسی طرح کے سینکڑوں بلند مراتب اور فضیلتیں بیان ہوئی ہیں۔

البتہ یہ اوصاف و فضائل اور اعلیٰ مقامات و مرتبے جس قدر گراں قیمت اور پسندیدہ ہیں اسی قدر وہ زیادہ ذمے داری، فرض شناسی اور دینداری کا تقاضا کرتے ہیں تاکہ انسان اس مقام و مرتبے کا اہل بن سکے (اس کتاب کے اختتامی نکات پر غور فرمایئے گا)

۵:- حبِ آلِ محمد ؑ کی فضیلت بیان کرنا

وہ افراد اور ادارے جو محبتِ اہلِ بیت ؑ کی تبلیغ کرتے ہیں ان کی سرگرمیاں دوسروں کو اس محبت کی جانب مائل کرنے میں موثر ہوتی ہیں ایک منصوبہ بندی کے ساتھ محبتِ اہلِ بیت ؑ کی فضیلت، اس کی برکات اور اس کے آثار کو مسلسل بیان کرنا چاہئے یہ چیزیں بہر صورت کچھ لوگوں پر اثر انداز ہوتی ہیں اور ان تبلیغات کے نتیجے میں لوگ اس جانب مائل ہوتے ہیں اس بارے میں بہت سی احادیث ہیں مثال کے طور پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلاٰ وَمَنْ ماتَ عَلیٰ حُبّ آلِ محمّدٍ ماتَ شهیداً
اَلاٰ وَمَنْ ماتَ عَلیٰ حُبّ آلِ محمّدٍ ماتَ مغفوراًله
اَلاٰ وَمَنْ ماتَ عَلیٰ حُبّ آلِ محمّدٍ ماتَ مؤمناًمُستکمِلَ الأیمان
اَلاٰ وَمَنْ ماتَ عَلیٰ حُبّ آلِ محمّدٍ بَشَّرهُ ملکُ الموتِ بالجَنَّة
اَلاٰ وَمَنْ ماتَ عَلیٰ حُبّ آلِ محمّدٍ فُتِحَ له فی قبره بابان اِلَی الجنَّة
اَلاٰ وَمَنْ ماتَ عَلیٰ حُبّ آلِ محمّدٍجعلَ اللّهُ قَبَرهُ مَزارَ ملائکةِ الرّحمة

جو کوئی حبِ آلِ محمد کے ساتھ مرے وہ شہادت کی موت مرا ہے وہ بخش دیا گیا ہے وہ تائب مرا ہے وہ ایمانِ کامل کے ساتھ مرا ہے ملک الموت اسے جنت کی بشارت دیتا ہے اس کی قبر میں دو کھڑکیاں بہشت کی جانب کھلتی ہیں اس کی قبر خدا کی رحمت کے فرشتوں کی زیارت گاہ بن جاتی ہے۔

اس قسم کی بکثرت روایات موجود ہیں جن کا ذکر دلوں کو ہلا کے رکھ دیتا ہے اور لوگوں کو اہل بیت کا شیفتہ بنا دیتا ہے روایات میں اس محبت کی فضیلت کے بارے میں کثرت کے ساتھ درج ذیل نکات کا ذکر ہوا ہے:

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے :

اساس الاسلام حبّی وحبّ اهل بیتی

میری اور میرے اہل بیت کی محبت اسلام کی اساس ہے

(کنز العمال ج ۱۲ص ۱۰۵)

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حبّنااهل البیت نظامُ الدّین

ہم اہل بیت کی محبت نظام دین ہے(امالی طوسی ص ۲۹۶)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ احبّنا فقد احبّ الله ومن ابغضنا فقدابغض الله

جس کسی نے ہم سے محبت کی، اس نے خدا سے محبت کی اور جس نے ہم سے بغض رکھا، اس نے خدا سے بغض رکھا(امالی صدوق ص ۳۸۶)

زیارت جامعہ کبیرہ میں بھی ہم پڑھتے ہیں کہ:

مَنْ اَحَبَّکُمْ فَقَدْاَحَبَّ اللهَ

جس نے آپ سے محبت کی، اس نے خدا سے محبت کی۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

من احبّ ہولاء فقداحبّنی ومن ابغضہم فقد ابغضنی

جس نےاہل بیت سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا

(تاریخ دمشقترجمۃ الامام الحسینص ۹۱)

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

انّی ئا عَلَم انّ ہذاالحبَّ الّذی تحبّونا لیسَ بشی ء صَنَعْتُموہ ولکنّ اللہ صنعہ

میں جانتا ہوں کہ یہ محبت جو تم ہم سے کرتے ہوایسی شئ نہیں ہے جسے خود تم نے وجوددیا ہو، بلکہ اس سے اللہ نے تمہیں نوازا ہے

(المحاسن ا ص ۲۴۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے :

حبّنا اہل البیت افضلُ عبادۃ

حب اہل بیت بہترین عبادت ہے(المحاسن ا ص ۲۴۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام ہی کا ارشاد ہے:

لا تستصغروامودَتنا، فانّھا من الباقیات الصّالحات

ہماری محبت کو معمولی نہ سمجھنا، یہ باقیات صالحات میں سے ہے

(مناقب ابن شہر آشوبج۴ص ۲۱۵)

پس جب محبّ ِ اہل ِ بیت ؑ کو اس قدر فضیلت حاصل ہے، تو ہمیں چاہئے کہ اپنے دل کو ان کی محبت سے بھر لیں اور ان سے عشق اور عقیدت کا اظہار کریںکیونکہ یہ محبت اور عشق کرنے کے لئے لائق ترین افراد ہیں اگرہم دل کو ایک ظرف سمجھیں تو اس ظرف کی قدر و قیمت اس محبت سے وابستہ ہے جو اس کے اندر موجود ہےانسان کی قیمت اس عشق سے ہے جو اس کے دل میں بسا ہوجس قدر وہ معشوق اور محبوب گراں قیمت اوربیش بہا ہو گا اتنا ہی انسان بھی قیمتی اور گراں قدر ہو گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے: اے لوگو! ہمیشہ میرے گھرانے سے محبت ورکھو اس سے حب برابر ہو جو کوئی خدا سے اس حال میں ملاقات کرے کہ اس (کے دل) میں ہماری محبت ہو، تو ایسا شخص ہماری شفاعت کے ذریعے جنت میں داخل ہو گا(بحارالانوارج ۲۷ص ۱۹۳)

۶:- اس محبت کی ضرورت اور فوائد بیان کریں

انسان عموماً اس شخص یا چیز کو پسند کرتا ہے اوراس سے محبت رکھتا ہے جو اس کی مشکلات حل کرے اور اسے فائدہ پہنچائے لوگوں کے باہمی تعلقات میں یہ مسئلہ انتہائی واضح طور پردیکھا جا سکتا ہے۔

ہماری مسلسل زندگی جو آخرت تک جاری رہے گی اس میں ہم کہاں پھنستے ہیں اور کہاں کہاں ہمیں مدد کی ضرورت ہوتی ہے؟

موت کے وقت، برزخ میں، قیامت کے دن اورپل صراط عبور کرتے ہوئے ہمیں شدت کے ساتھ کسی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، اس وقت ہم مشکل کا شکار ہوتے ہیں، ہمیں ایسے مواقع پر محبّ ِ اہل ِ بیت ؑ کے کارآمد ہونے سے واقف ہونا چاہئےاس بارے میں بھی بہت زیادہ احادیث موجود ہیں، ان ہی میں سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند مشہور احادیث درج ذیل ہیں:

حُبّی وحُبُّ اهلِ بیتی نافعٌ فی سَبعةِ مَواطِنَ اَهوالُهُنَّ عظیمةٌ:
عندَ الوفاةِوفی القبر وعندَ النُّشورِ، وعندَ الکتابِ وعندَ الحسابِ وعندَ المیزانِ و عندالصِّراط

میری اور میرے اہل بیت کی محبت سات مقامات پر فائدہ پہنچاتی ہے، وہ سات مقامات جن کی ہولناکی اور ہراس عظیم ہے موت کے وقت، قبر میں، قبر سے اٹھائے جانے کے موقع پر، نامہ اعمال سپرد کرتے وقت، اعمال کے حساب اور جائزے کے وقت، اعمال کا وزن کرتے وقت اور صراط عبور کرتے ہوئے (میزان الحکمۃ ج ۲ص ۲۳۷)

سَأل رَجُلٌ رسولَ اللهِ عَنِ السّاعة، فقال: مااَعْدَدْتَ لها؟ قال: مااعدَدْتُ لها کبیراً، اِلّا انّی اُحِبُّ اللهَ ورسولَهُقال: فَاَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ (المرءُ مَعَ مَن اَحَبّ) قال انسٌ: فمارأیتُ المسلمینَ فَرِحُوابعدَ الأسلام بِشیءٍ اَشَدَّ مِن فَرَحِهِم بِهذا

ایک شخص نے رسول اللہ سے سوال کیا کہ قیامت کیا ہے اور کس طرح واقع ہو گی؟ آنحضرت نے اس سے پوچھا: تم نے قیامت کے لئے کیا تیار کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: کوئی خاص اہم چیز تیار نہیں کی ہے، سوائے یہ کہ خدا اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں آنحضرت نے فرمایا: تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو (انسان اس ہستی کے ساتھ محشور ہو گا جس سے وہ محبت رکھتا ہے)

انس کہتے ہیں: میں نے نہیں دیکھا کہ مسلمان اسلام کے بعد اس کلام سے زیادہ کسی اور کلام سے خوش ہوئے ہوں

(بحارالانوار ج ۷اص ۱۳، میزان الحکمۃ ج ۲ص ۲۴۲)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَن اَحَبَّنا کانَ مَعَنا یومَ القیامة، ولواَنَّ رَجُلا اَحَبَّ حَجَراً لَحَشَرَهُ اللهُ مَعَهُ

جو کوئی ہم سے محبت رکھتا ہے، وہ روزِ قیامت ہمارے ساتھ ہو گا اگر کوئی ایک پتھر سے (بھی) محبت رکھتا ہو گا، تو خداوند عالم اسے اس پتھر کے ساتھ محشور کرے گا (بحارالانوار ج ۲۷ ص ۳۳۵)

اہلِ بیتؑ سے محبت و عقیدت رکھنے والے لوگوں کے لئے یہ ایک عظیم خوشخبری ہے کہ وہ آخرت میں بھی اہلِ بیتؑ کے ساتھ محشور ہوں گے۔

جب محبت اس حد تک مفید اور کارآمد ہے تو آخر کیوں ہم اس دولت سے محروم رہیں؟

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

موت کے وقت جب تمہاری جان گلے میں پہنچتی ہے، اس وقت تمہیں ہماری محبت کی زیادہ ضرورت ہو گی اگر تمہارے دل میں ہماری محبت ہوئی تو خوشخبری دینے والا فرشتہ آئے گا اور کہے گا کہ بالکل خوف نہ کھاؤ، تم امان میں ہو۔

(بحارالانوار ج ۶ ص ۱۸۷)

روایات میں محبانِ اہلِ بیتؑ کے بہت سارے آثار کا ذکر ہوا ہے خاص کر آخرت کے مرحلے میں یہ آثار و منافع درج ذیل عناوین کے تحت جمع کئے جا سکتے ہیں: (۱)

۱- یہ آثار وعناوین محمد محمدی ری شہری کی کتاب ''اہل البیت فی الکتاب والسنۃ'' سے ماخوذ ہیں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:
حبّنا اهل البيت يكفرالذنوب ويُضاعف الحسنات

محبت اہلِ بیت گناہوں کے جھڑ جانے اور نیکیوں میں اضافے کا باعث ہے۔

(ارشاد القلوبص ۲۵۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:
لا يحبّناعبدًحتى يطهَر اللهُ قلبَه

جس کسی نے ہم سے محبت کی خدا نے اس کے دل کو پاک و پاکیزہ کیا ہے(دعائم الاسلامج اص ۷۳)

آپ ؑ ہی نے فرمایا ہے:
من احبّنااهل البيت وحقّق حبَنا فى قلبه جَرَتْ ينابيع الحكمة على لسانه

جس کسی نے ہم اہلِ بیت سے محبت کی اور اس محبت کو اپنے دل میں رچا بسالیا، اسکی زبان سے حکمت و دانائی کے چشمے جاری ہو کے رہیں گے(المحاسن اص ۱۳۴)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:
حبّ اهل بيتى وذرّيتى استكمالُ الدّين

میرے اہلِ بیت اور عترت سے محبت کمالِ دین (کی باعث) ہے۔

(امالیء صدوقص ۱۶۱)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

شفاعتی لأ متی مَن احبّ اهلَ بیتی وهم شیعتی

میری شفاعت میری امت کے ان افراد کے لئے ہے جو میرے اہل بیت سے محبت کرتے ہیں، اور یہی میرے شیعہ ہیں(تاریخ بغدادج ۲ص ۱۴۶)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا فرمان ہے:

اکثرکم نوراً یومَ القیامة اکثرکم حُبّاً لاَل محمّد

روزِ قیامت ان ہی لوگوں کا نور زیادہ ہوگا جو آلِ محمد سے زیادہ محبت کرتے ہوں گے(بشارة المصطفیٰ ص ۱۰۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے فرمایا ہے:

من احبّنا اهل البیت حشره الله تعالیٰ اَمنأیومَ القیٰمة

جو ہم اہلِ بیت سے محبت رکھتا ہے، روزِ قیامت خداوند عالم اسے (اس دن کے خوف سے) امان کے ساتھ محشور کرے گا(عیون اخبار الرضاج ۲ص ۲۲۰)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا ارشاد ہے:

اَثْبَتُکم قَدَماً عَلی الصّراط اشدّ کم حُبّاًلأ هل بیتی

پلِ صراط پر تم میں زیادہ ثابت قدم وہی ہوگا جو میرے اہلِ بیت سے زیادہ محبت رکھتا ہے(فضائل الشیعہص ۴۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:
واللہ لا یموتُ عبدیحبّ اللہ ورسولَہ و یتولّی الأئمۃ (ع) فَتمسَّہُ النار

خدا کی قسم! جو بھی خدا اور اسکے رسول سے محبت رکھتا ہے اور ائمہ کی پیروی کرتا ہے اُسے آتش جہنم نہیں چھو سکتی(رجال نجاشی ص ۱۳۸)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:
مَن احبّنا اھل البیت فی اللہ حُشرمعناوَاَدْخَلْنٰاہُ مَعَناالجَنّۃ

جو خدا کی خاطر ہم اہل بیت سے محبت رکھتا ہے وہ ہمارے ساتھ محشور کیا جائے گا اور ہم اسے اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے(کفایۃ الاثر ص ۲۹۶)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:
اعلیٰ درجات الجنَۃ لِمَنْ اَحَبّنابِقلبہ ونَصرنابلسانہ ویَدہ

جنت کے اعلیٰ درجات اُسکے لئے ہیں جو ہم سے دلی محبت رکھتا ہے اور اپنی زبان اور عمل سے ہماری مدد کرتا ہے(الحاسن ج اص ۲۵۱)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَن ارادَاَنْ ینجومِن عذابِ القبرِ فلیُحبَّ اهلَ بیتی ومن ارادددخولَ الجنَة بغیرحسابٍ فلیحبَّ اهل بیتیفواللّٰهِ مٰا اَحبَّهم اَحدٌ الاَ رَبِحَ الدّنیا والاَخرَة

جو شخص عذابِ قبر سے نجات چاہتا ہے، اُسے چاہئے کہ میرےاہلِ بیت سے محبت کرے۔۔۔ اور جو بغیر حساب کے جنت میں داخلے کا متمنی ہے اسے (بھی) چاہئے کہ میرےاہلِ بیت سے محبت کرےخدا کی قسم جس کسی نےاہلِ بیت سے محبت کی وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوا

(مقتل الحسین ؑ ازخوارزمی ج۱ص ۵۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خداوند عالم جس کسی کو میرےاہلِ بیت سے تعلق رکھنے والے اماموں کی محبت عطا کرتا ہے، وہ شخص دنیا اور آخرت کی خیر حاصل کرلیتا ہے اور بے شک اُس کا شمار اہلِ جنت میں ہوتا ہےاور میرےاہلِ بیت ؑ کی محبت میں بیس خصوصیات اور فوائد ہیں، دس دنیا میں اور دس آخرت میں(بحارالانوارج ۲۷ص ۷۶)

اس محبت کے آثار و برکات پیش نظر ہوں تو انسان اہلِ بیت ؑ کاشیفتہ اور عقیدت مند بن جاتا ہے اوراُس کی نظر وں میں یہ محبت ایک گرانقدر سرمائے کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔

۷:۔محبت ِ اہل ِ بیت ؑ کی اہمیت کا اظہار کرنا

جب کسی عمل کی جانب ترغیب دلائی جاتی ہے، یا اسے انجام دینے پر حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور اسے ایک مثال اور نمونے کے طور پیش کیا جاتا ہے، تو دوسروں میں بھی اس عمل کی جانب جذب اور کشش پیدا ہو تی ہےوہ افراد جو معاشرے میں اعلٰی اقدار کو فروغ دیتے ہیں، فن و ثقافت کے میدانوں کے ذمے دار ہیں، مقابلوں کا انعقاد اور مختلف کارہائے نمایاں پر اعزازات سے لوگوں کو نوازتے ہیں، اگر یہ سب کے سب افراد چاہیں تومحبت ِ اہل ِ بیت ؑ کو معاشرے میں ایک قابل ِ قدر شئے کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے

جب ائمہ ؑکے بارے میں شعر کہنے، ان کے حوالے سے کوئی قصہ لکھنے، یا اُن کے بارے میں کوئی کتاب پڑھنے کی وجہ سے کسی کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے، اسے انعام واعزاز سے نوازا جاتا ہے، تو یہ عمل اُس میں ائمہ ؑ سے محبت کا باعث بھی ہوتا ہے اور اس تعلق کی بنا پر اُس میں احساس ِ عزت و سربلندی بھی پیدا ہوتا ہےکیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ انعام مجھے اس تعلق کی وجہ سے ملا ہےاس طرح یہ معاملہ اُس کے ذہن میں ایک خوبصورت یادکے طورپر باقی رہتا ہےوجہ جذبہ محبت پیدا کرنے میں اپنا اثر دکھاتی ہے۔

لوگوں کو جس چیز کی جانب رغبت دلائی جاتی ہے اور انہیں جس چیز کے احترام کی تلقین کی جاتی ہے وہ اُسی چیز سے محبت اور عقیدت رکھنےلگتے ہیں اور جس چیز کی جانب سے وہ بے توجہی اور بے اعتنائی کا رویہ دیکھتے ہیں اس سے بے تعلقی اور بے رُخی برتنےلگتے ہیں اس حوالے سے خاص طور پر دوسروں کی موجودگی میں رغبت اور شوق دلانا زیادہ موثر رہتا ہےالبتہ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ رغبت اور شوق دلانا ''رشوت دینے'' کی سی صورت پیدا نہ کر لے۔

معاشرے میں جس چیز کو اہمیت دی جاتی ہے، لوگ اس کی جانب مائل ہونے لگتے ہیں، اور اُس چیز کے طرفدار فخر و ناز کے ساتھ اس کا ذکر کرتے ہیں مثلاً جب جوانوں سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ کن موضوعات پر شعر پڑھتے ہیں، تو ان کی اکثریت کہتی ہے کہ عشق، بہار، دوستی، زندگی، گل و بلبل وغیرہ کے بارے میں اور جب نوجوانوں اور جوانوں سے سوال کیا جاتا ہے کہ کونسی کتابیں پڑھتے ہیں؟ تو وہ کہتے ہیں کہ: رومان، سائنس اور ناول وغیرہ۔۔۔

لیکن بہت مشکل سے ایسے جوان ملتے ہیں جو یہ کہیں کہ ہم خدا، نماز اور ائمہؑ کے بارے میں شعر پڑھتے ہیں، یا اہل بیتؑ اور دین سے متعلق کتب پڑھتے ہیں کیونکہ انہیں اس بارے میں شوق ہی نہیں دلایا گیا ہوتا، وہ ان موضوعات کی جانب رغبت ہی نہیں رکھتے اور ان چیزوں کا مطالعہ ان کے لئے فخر و ناز کا باعث ہی نہیں ہوتا۔

ہمیں چاہئے کہ ایسا ماحول پیدا کریں کہ اگر کوئی شخص اہل بیتؑ کے بارے میں شعر کہے، یا ان کے بارے میں اشعار حفظ کرے، ان کی کوئی حدیث یاد کرے، ان کے بارے میں کوئی کتاب پڑھے، ان کے حوالے سے کوئی قصہ تحریر کرے، کوئی فلم بنائے، کوئی نعرہ تخلیق کرے، یا حتیٰ اس کا نام کسی امام کے نام پر ہو، یا وہ اپنے بچے کا نام ائمہ اہل بیتؑ میں سے کسی کے نام پر رکھے، تو وہ اپنے اس عمل پر فخر و ناز محسوس کرے اسے ایک فضیلت کی بات سمجھے اور اسے ایک گراں قیمت چیز تصور کرے محبت اہل بیتؑ خدا کی خاص نعمت ہے، جو اسکے اہل دلوں ہی میں جگہ بناتی ہے۔قول امام رضا علیہ السلام :

يَهدِی اللهُ لِولايتنامَنْ اَحَبَّ

خدا جس کسی کو پسند کرتا ہے، ہماری محبت کی جانب اس کی رہنمائی کردیتا ہے(بحارالانوارج ۱۶ص ۳۵۶)

عام طور پرجب کسی بچّے کو محمد، علی، فاطمہ، مہدی، حسن اور حسین جیسے نام ہونے کی وجہ سے ان معصومین ؑ سے منسوب کسی مناسبت پر انعام حاصل ہوتا ہے، تو یہ عمل اس بچّے کے دل میں ان ناموں اور ان شخصیات سے محبت پیدا کرتا ہے اور دوسروں میں بھی یہ خواہش جنم لیتی ہے کہ کاش ان کا بھی یہ نام ہوتا اور انہیں بھی انعام ملتا۔

اس نکتے پر اس قدر احتیاط کے ساتھ عمل ہونا چاہئے کہ لوگوں کے دلوں میں یہ نام رکھنے کا شوق پیدا ہو، ایسا نہ ہو کہ یہ نام نہ ہونے کی بنا پر ان میں کوئی بدگمانی، کمپلکس اور احساسِ حقارت پیدا ہو جائے اور کوئی منفی اثر مرتب ہو۔ اہلِ بیت ؑ سے محبت کا تعارف ایسی پیاری اور قیمتی شئے کے طور پر ہونا چاہئے کہ یہ محبت رکھنے والا اس پر فخر کرے، اسے معمولی نہ سمجھے امام جعفر صادق علیہ السلام نے تلقین فرمائی ہے کہ:

لا تستصغِرْ مودَتنا، فانّهامِن الباقيات الصالحات

ہم سے محبت اور چاہت کو معمولی نہ سمجھو کیونکہ یہ باقیاتِ صالحات میں سے ہے(بحارالانوارج ۲۳ص ۲۵۰)

جب بھی ذرائع ابلاغ، ریڈیو، ٹیلی ویژن اخبارات کے ذریعے کسی قابلِ تقلید شخصیت کا تعارف کرایا جاتا ہے (خواہ وہ شخصیت کوئی قارء قرآن ہو، سائنس دان ہو، شاعر ہو، مصور ہو یا کوئی کھلاڑی) تو یہ سامعین، ناظرین، قارئین کو متاثر کرتا ہے اور لوگ اس شخص سے محبت کرنے لگتے ہیں جس خصوصیت کی وجہ سے ایسے لوگوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے، وہ خصوصیت لوگوں کی نظر میں بھی اہمیت اختیار کرلیتی ہے ایک حافظِ قرآن کی حوصلہ افزائی لوگوں میں قرائتِ قرآن اور حفظِ قرآن کا شوق پیدا کرتی ہے، کسی سائنسی مقابلے میں کامیاب ہونے والے طالبِ علم کے اعزاز میں تقریب سائنس کی جانب نوجوانوں کے رجحان میں اضافے کا باعث ہوتی ہے اورایک فنکار کی حوصلہ افزائی فن کی جانب لوگوں کی رغبت اور رجحان کو بڑھاتی ہے۔

وہ ممتاز افراد، جو امور علمی و ادبی شخصیات جن کا ذکر بچوں کی نصابی کتب میں ہوتا ہے، بچے ان سے محبت کرنے لگتے ہیں لہٰذا اس قسم کے افراد کا انتخاب کرتے ہوئے احتیاط سے کام لینا چاہئے لوگوں میں کسی محبِ اہل بیت اور انقلابی شاعر کو متعارف کرانا ایک قلبی تقلید شخصیت کے طورپر پیش کرنے کی مانند ہے اوریہ انسان میں مذہب اور اہلِ بیت کی جانب رجحان پیدا کر دیتا ہے امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

يا مَعشَرَالشيعة! عَلِّمواأَولادَكُم شِعْرَالعَبدى فَاِنَّهُ عَلىٰ دينِ الله

اے گروہ شیعہ ! اپنے بچوں کو عبدی کے شعر سکھاؤ کیونکہ وہ خدا کے دین پر ہے(الغدیر ج ۲ص ۲۹۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ تلقین کہ شیعہ اپنے بچوں کو عبدی کے اشعار یاد کرائیں عبدی کوفی (۱) کے لئے ایک بہت بڑا اعزاز اور اس کی شخصیت کی عظمت کا اظہار ہے عبدی نے اپنے اشعار میں بھرپور انداز سے فضائل اہلِ بیت بیان کئے ہیں

ان کا نام سفیان بن مصعب تھا ان کا شمار ممتاز شیعہ شعرا میں ہوتا تھا اور وہ اہلِ بیت کی عنایات اور توجہات کا مرکز تھے انہوں نے اہلِ بیت کی مدح اور ان کے مصائب کے بارے میں شعر کہے ہیں یہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے دور میں ہوا کرتے تھے۔

سید حمیری جو مخلص شیعہ شعرا میں شمار کئے جاتے ہیں، کہا کرتے تھے کہ جو کوئی امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام اور اہلِ بیت علیہم السلام کی فضیلت کے بارے میں کوئی ایسی حدیث بتائے، جسے میں نے اپنے کسی شعر میں بیان نہ کیا ہو، میں اسے اپنا یہ گھوڑا بخش دوں گا !!!

۱:- یہ اس محبت کی قدر و قیمت اور روزِ قیامت اس کی تاثیر کی ایک علامت ہے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے والد گرامی حضرت ابو طالب علیہ السلام کا شمار موحدین اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھنے والے افراد میں ہوتا ہے، انہوں نے آنحضرتؐ کی تعریف میں اشعار کہے تھے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت علیؑ اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ حضرت ابوطالبؑ کے اشعار کو نقل کیا جائے، انہیں جمع کیا جائے آپؑ فرماتے تھے کہ:
انہیں یاد کرو اور اپنے بچوں کو بھی سکھاؤ کیونکہ ابوطالبؑ خدا کے دین پر تھے اور ان کے اشعار میں بہت سا علم و دانش ہے۔
كانَ اميرُالمؤمنين (ع) يُعجِبُه اَن يُروىٰ شعرُابى طالبٍ وَأنْ يُدَوَّنَ وقال: وَتَعَلّموه اولادَكُم، فانّه كانَ علىٰ دينِ الله وفيه علمٌكثيرٌ(مستدرک وسائل الشیعہ ج ۲ص ۶۲۵)

ابو الا سود دوئلی کی بیٹی نے جب یہ محسوس کیا کہ خلیفہ وقت نے اس کے گھر شہد اسلئے بھیجا ہے تاکہ ان کے دلوں سے محبت اہل بیتؑ کم کر سکے، تو اس نے منہ میں لیا ہوا شہد تھوک دیا اور شہد کھا کر آل علیؑ کی محبت سے محروم ہونا پسند نہ کیا۔

والدین، اساتذہ اور تربیتی امور کے نگراں حضرات، ان مسائل میں بہت عمدہ طریقے سے رہنمائی کر سکتے ہیں اور نوجوانوں کے رجحانات اور قابل تقلید شخصیات کے بارے میں ان کے رُخ کا تعین کر سکتے ہیں۔ اگر ایک بے دین لڑکا یا لڑکی اپنا نام مہدی یا فاطمہ ہونے پر انعام حاصل کرے، تو یہ انعام پانے پر حاصل ہونے والی خوشی بھی اس میں ان ہستیوں سے محبت پیدا کرے گی۔ اگر دینی ایام، اہل بیتؑ کی ولادت سے مخصوص دنوں میں اس قسم کے انعامات دیئے جائیں، تو یہ عمل ان ہستیوں کی جانب بچوں اور جوانوں کو متوجہ کرنے میں موثر واقع ہو گا۔ شفاعت سے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ روز قیامت حضرت فاطمہ زہراؑ شیعوں کی شفاعت کریں گی اور جن لوگوں کی شفاعت کی جائے گی، جب وہ خدا سے اپنی منزلت اور مقام کے بارے میں سوال کریں گے، تو ان سے کہا جائے گا کہ: واپس جاؤ اور جس کسی نے فاطمہ کی محبت میں تم سے محبت کی ہے یا تمہیں کھانا دیا ہے، لباس فراہم کیا ہے، یا پانی پلایا ہے، یا تمہاری عزت و آبرو کی حفاظت کی ہے، اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بہشت میں داخل کر دو (بحارالانوار ج ۸ ص ۵۲)

۸:- تعظیم و تکریم اور تعریف

بچے اورجوان، اپنے اساتذہ کو قابلِ تقلید سمجھتے ہیں، اسی وجہ سے وہ ان کے انداز و اطوار کی بھی پیروی کرتے ہیں استاداورمربی کی حرکات وسکنات اور اُس کا طرزِ عمل ۔ بالواسطہ (indirect) تعلیم کی صورت میں شاگرد پر اثر انداز ہوتا ہے رہبرِ معظم حضرت آیت اللہ خامنہ ای نے اساتذہ کے ساتھ ایک ملاقات میں فرمایا:

عزیزاساتذہ! کلاس میں صرف آپ کا درس دینا ہی نہیں بلکہ آپ کا مخصوص اندازسے دیکھنا، آپ کے اشارے کنائے، آپ کی مسکراہٹ، آپ کا تیوریوں پر بل ڈالنا، آپ کی حرکات وسکنات، آپ کا لباس، یہ سب چیزیں آپ کے شاگردوں پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

جب ہم اپنی طرف پلٹ کر دیکھتے ہیں (اپنا جائزہ لیتے ہیں) اگرہم اپنے گہرے جذبات و احساسات اور کیفیات کی جڑ تلاش کرتے ہیں تو بالآخر وہاں ہمیں اپنے کسی استاد کی رہنمائی دکھائی دیتی ہےاستاد ہے جو ہمیں بہادر یا بزدل، فیاض یا بخیل، فراکار یا خود پرست، اہلِ علم اور طالب علم، مودب و فہمیدہ، یا منجمد اور جامد تفکرات کا اسیر بناتا ہےاستاد ہے جو ہمیں متدین، متقی، پاکدامن یا خدانخواستہ بے دین بناسکتا ہےیہ ہے استاد کا اہم کردار، یہ ہے استاد کی قدر و قیمت، یہ ہے استاد کی تاثیر۔

بچوں اور نوجوانوں کے سامنے ان کے سرپرست، والدین اور اساتذہ اہلِ بیتؑ کے بارے میں جس طرزِ عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں بچے وہی اپناتے ہیں احترام و عقیدت کے ساتھ ائمہؑ کا نام لینا، ان کا نام لیتے ہوئے درود و سلام زبان پر جاری کرنا، امامِ زمانؑ کا نام آنے پر کھڑے ہو جانا، اپنے سر پر ہاتھ رکھ لینا، ائمہؑ کے ایامِ ولادت پر خوشی و مسرت کا اظہار کرنا، ان کے روزِ وفات پر حالتِ غم و اندوہ میں رہنا، ہنسی مذاق اور کسی قسم کی خوشی کا اظہار نہ کرنا وہ امور ہیں جو اپنے اثرات مرتب کرتے ہیں اس قسم کے مسائل میں بچے اپنے بڑوں کے طرزِ عمل کا مشاہدہ کرتے ہیں

یہ حالت ایک شیعہ کی خصو یت ہے۔

شیعتناخُلِقوامن فاضِلِ طینتنا، یَفرحون لِفرَحناویَحزَنون لِحُزننا

ہمارے شیعہ، ہماری بچی ہوئی ٹی سے خلق کیۓ گئے ہیں، وہ ہماری خوشی میں خوش اور ہمارے غم و اندوہ پر غمگین ہوتے ہیں۔

حد یہ ہے کہ ماں کا ان ہستیوں کے نام لینے کا انداز اور اس موقع پر اس کا لب و لہجہ بھی اپنا اثر رکھتا ہےایک دفعہ ہم کہتے ہیں امام رضا نے کہا اور ایک مرتبہ کہتے ہیں کہ: حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: ان دونوں کے درمیان بہت فرق ہے۔

اگر ہم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یا کسی معصوم علیہ صلوات و سلام کا نام سن کر زیر لب ان پر صلوات بھیجیں، تو یہ بھی ایک قسم کی تعظیم ہے اور دوسروں پر اثر انداز ہوتی ہےبڑوں، دینی اساتذہ اور والدین کا ائمہؑ کے بارے میں اشتیاق اور عقیدت کے ساتھ گفتگو کرنا،اور اہل بیتؑ اور ان کی محبت کے بارے میں کوئی بات یا قصہ سنانا بھی اثر رکھتا ہے گفتگو کرنے والے اور مبلغ کا عقیدہ اسکی گفتار سے ہم آہنگ ہونا چاہئے اور اسے ایمان، یقین اور شوق و عقیدت کے ساتھ گفتگو کرنی چاہئےیہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ یہ حالت اس کے سامعین اور اس کے مخاطبین میں بھی منتقل ہوتی ہے۔

احادیث میں بار بار یہ بات کہی گئی ہے کہ جب بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک سنو، ان پر درود بھیجوخود ائمہؑ اسی طرح کیا کرتے تھے اور انتہائی عقیدت اور احترام کے ساتھ آنحضرتؐ اور ان کے اہل بیتؑ کا ذکر کرتے تھے، اور ان کا یہ احساس ان کے مخاطبین میں بھی منتقل ہوتا تھاجب شاعر اہل بیت "دعبل" نے خراسان میں امام رضاؑ کی خدمت میں اپنامعروف قصیدہ پیش کیا اور وہ اس مقام پر پہنچے جہاں مستقبل میں امام زمانہؑ کے ظہوراور قیام کا تذکرہ ہوا ہے، تو حضرتؑ نے اپناہاتھ سر پر رکھا اور امام مہدیؑ کاذکر سن کران کے احترام کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور امامؑ کے فرج کے لئے دعا کی(الغدیر ج۲ص ۳٦۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے امام مہدیؑ کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا ان کی ولادت ہوچکی ہے؟امام ؑ نے فرمایا: نہیں، لیکن اگر میں نے انہیں پایا تو اپنی پوری زندگی ان کی خدمت میں گزاردوں گا(بحارالانوارج ۵۱ص ۱۴۸)

امام محمد باقر علیہ السلام نے جب امام مہدی ؑ کا ذکر کیا، تو راوی (ام ہانی ثقفیہ) سے فرمایا: اگر تم انہیں پاؤ تو یہ تمہاری خوش نصیبی ہوگی(طوبیٰ لک ان ادرکتہ ویا طوبیٰ من ادرکہ) خوش نصیب ہے جو انہیں پائے اور ان کا دیدار کرے(بحارالانوارج ۵۱ص ۱۳۷)

ہمارے ائمہ علیہم السلام، حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کے اسمائے گرامی انتہائی احترام اورعقیدت کے ساتھ لیا کرتے تھےرسولِ کریمؐ حضرت فاطمہ ؑ کے ہاتھ کا بوسہ لیتے، ان کے احترام میں کھڑے ہوجاتے، انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے، ان کے ہاتھوں اور دہان پر بوسے لیتے بار بار فرماتے کہ تمہارا باپ تم پر فدا ہو، میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں(العوالم ج ۱۱ص ۱۳۶)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں: جس گھر میں محمد، احمد، علی، حسن، حسین اور فاطمہ کے نام ہوں، اس گھر میں فقر داخل نہیں ہوتا(العوالم۱۱ص ۵۵۲)

"سکونی" نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کے دوران جب انہیں یہ بات بتائی کہ خدا نے اسے ایک بیٹی عطا کی ہے، تو حضرت ؑ نے ان سے پوچھا: تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ انہوں نے کہا: فاطمہ امام ؑ نے فرمایا: واہ واہ پھر اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور اسے تلقین کی کہ اب جب کہ تم نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ رکھاہے، تو اسے برا بھلا نہ کہنا اور نہ ہی اسے مارنا پیٹنا(العوالم ۷ص۵۵۲ نقل از تہذیب ۸ص ۱۱۲)

اہلِ بیت ؑ کے اسمائے گرامی پر اپنے بچوں کے نام رکھنا، ان ناموں کے دنیوی اثرات و برکات اور اخروی ثواب پر توجہ دلانا، اس نام کے نام رکھنے پر اہلِ بیت ؑ کی تلقین اور یہ نام بچوں کی شخصیت کی تشکیل اور صورت گری پر جو اثرات مرتب کرتے ہیں وہ ان ہستیوں کے ساتھ محبت و مودت کا تعلق پیدا ہونے میں موثر ہیں۔

حالیہ چند برسوں میں بعض مناسبتوں، مثلاً ایامِ فاطمیہ، یا یومِ خواتین کے مواقع پر حضرت فاطمہ ؑ کے حوالے سے پہلے کی نسبت زیادہ مجالس و محافل کا انعقاد ہوتا ہے اور ان ایام کو زیادہ اہتمام کے ساتھ منایا جانے لگا ہے، یہی صورت امامِ زمانہ ؑ کے حوالے سے بھی ہے۔یہی وجہ ہے جو ہم دیکھتے ہیں کہ گزشتہ کی نسبت اب حضرت فاطمہ ؑ اور امام مہدی ؑ سے محبت اور ان کی جانب توجہ میں اضافہ ہوا ہے۔ بالخصوص جوانوں میں امام حسین ؑ کی عزاداری کی جانب رجحان اور ایامِ عزا کی روز افزوں بڑھتی ہوئی رونق کی بنیادی وجہ یہی تکریم و ترویج ہے۔

ایسے لوگ جو کسی بھی اعتبار سے افرادِ معاشرہ بالخصوص جوانوں کی توجہ کا مرکز ہوتے ہیں اور جن کی باتیں، جن کی طرفداریاں، جن کے موقف اور جن کا اندازِ بیان دوسروں کے لئے قابلِ تقلید ہوا کرتا ہے اور جو لوگوں کے لئے رُخ کا تعین کرتے ہیں، اگر ایسے لوگ اہلِ بیت ؑ کا تذکرہ کریں اور انتہائی شوق و اشتیاق اور تعظیم و احترام کے ساتھ ان کا نام لیں، تو ان کا یہ عمل دوسروں پر اثر انداز ہوتا ہے۔

مثلاً ایک ایسا شخص جو علمی، ادبی، سیاسی اور دینی میدانوں میں شہرت رکھتا ہو، یا آرٹ اور اسپورٹس کی نامور شخصیت شمار ہوتا ہو اور جسے عام لوگوں اور جوانوں کی توجہ حاصل ہو، اگر وہ دین، نماز، شہید، اسلام، قرآن اور اہلِ بیت ؑ کا تذکرہ کرے اور اُن کے لئے احترام کا اظہار کرے، تو اس شخص کا یہ عمل ان لوگوں میں بھی اہلِ بیت ؑ سے محبت پیدا کرتا ہے جو اُسے قابلِ تقلید اور محبوب سمجھتے ہیں اور اُس کی پیروی کرتے ہیں۔

اسی طرح ایسے لوگوں کی منزلتیں بھی تخریبی اثر رکھتی ہیں مثلاً ایسے لوگوں میں سے اگر کوئی فرد مغرب اور یورپ کی کسی پروڈکٹ، کسی مکتب و طرزِ فکر، کسی رسم، کسی کتاب، کسی شاعر، کسی ٹی وی پروگرام یا کسی فلم وغیرہ کی تعریف کرتا ہے یا خود کو اس کا طرفدار ظاہر کرتا ہے، تو اس طرح اس چیز کی تبلیغ اور اسکی جانب لوگوں کی رغبت کا سبب بنتا ہے پس بچوں اور نوجوانوں میں پائی جانے والی تقلید اور پیروی کی اس حس سے (جس کے تحت وہ اپنی محبوب شخصیات کی باتوں اور طرزِ عمل کو دیکھ کر انہیں اپناتے ہیں) ہمیں اہلِ بیت اور معصومین کی جانب انہیں لانے کے لئے استفادہ کرنا چاہئے۔

مثلاً امام خمینیؒ کی ایسی تصویر جس میں وہ حرم اور ضریح کا بوسہ لے رہے ہیں ان کے محبوں میں صاحبِ حرم کے لئے محبت پیدا کرتی ہے کیونکہ امام خمینیؒ کا عمل ان کے چاہنے والوں کے لئے قابلِ تقلید ہے اور وہ اس سے اثر لیتے ہیں یا اس نکتے کا ذکر کرنا کہ تفسیر میزان کے مؤلف علامہ محمد حسین طباطبائیؒ حضرت معصومہ قم کی ضریح کا بوسہ لے کر اپنا روزہ افطار کرتے تھے اور جب بھی گرمیوں میں مشہد تشریف لے جاتے اور آپ سے تقاضا کیا جاتا کہ مشہد کے نواح میں واقع پر فضا مقام پر ٹھہریئے، تو آپ قبول نہ کرتے اور فرماتے: ہم امام ہشتم کے سائے سے دور کسی اور جگہ نہیں جائیں گے۔

اس بات کا ذکر کہ حضرت امام خمینیؒ جب قم میں رہا کرتے تھے، تو روانہ غروبِ آفتاب کے وقت حضرت معصومہ قم کی زیارت کرتے تھے اور نجف اشرف میں اپنی اقامت کے دنوں میں ہر شب امیر المومنین کے حرم کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔

زیارت کے دوران عظیم تالیف الغدیر کے مؤلف علامہ امینیؒ کی خاص حالتوں کا تذکرہ اور شوق کی اس کیفیت کا بیان جس کا اظہار وہ اہلِ بیت اور حضرت علیؑ کے بارے میں کیا کرتے تھے اور اشکبار آنکھوں اور قابلِ دید عقیدت و محبت کے ساتھ حضرت امیر کی زیارت کرتے تھے۔

۔ یااس ۔ بات کی جانب اشارہ کہ آیت اللہ بروجردیؒ نے آہلہ۔ حضرت معصومہ قم وکر یتاکید کی کہ حضرت معصومہؑ کے اعزازی خدام میں ان کا نام بھی تحریر کریں (اب بھی قم میں بعض مراجع تقلید، اس آستانے کے اعزازی خدمت گار ہیں اور اعزازی خدام کے جلسوں میں شرکت کرتے ہیں)

۔ یا یہ کہ شیخ انصاریؒ کہا کرتے تھے کہ آپ لوگ حضرت ابوالفضل العباسؑ کی چوکھٹ کا بوسہ لیا کیجئے۔تاکہ لوگ آپ کا یہ طرزِ عمل دیکھ کر حضرت ابوالفضلؑ کا اور بزیادہ احترام کریں اور ان میں شوق پیدا ہو شیخ انصاریؒ نے کہا تھا کہ: میں ابوالفضل العباسؑ کی چوکھٹ کا بوسہ صرف اسلئے نہیں لیتا کہ یہ ان کی چوکھٹ ہے، بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ ان کے زائرین کی گزرگاہ ہےاور مجھے اپنے اس عمل پر فخر ہے۔۔۔ اس قسم کی مثالوں کا ذکر دوسروں کے دلوں کو بھی متاثر کرتا ہے اور ان میں محبت پیدا کرتا ہے۔

حضرت امام خمینیؒ جو لاکھوں دلوں کے محبوب اور ان کے آئیڈیل ہیں، اپنے وصیت نامے میں بار بار یہ کہہ کر کہ ""ہمیں افتخار ہے۔۔۔" مذہبِ شیعہ کی پیروی، نہج البلاغہ، ائمہ کی حیات بخش دعاؤں، مناجاتِ شعبانیہ، دعائے عرفہ، صحیفہ سجادیہ، صحیفہ فاطمیہ کے حامل ہونے، ائمہ اثنا عشر کی امامت، امام محمد باقر کے وجود اور اپنے مذہب کے جعفری ہونے۔۔۔ پر فخر و ناز کرتے ہیں۔

جب امام خمینیؒ جیسی عظیم شخصیت ائمہ، مذہب، دعاؤں اورمکتبِ تشیع جیسی باتوں پر فخر و ناز کااظہار کرتی ہے، تو یہ چیز ان کے عقیدت مندوں پر بھی اثر ڈالتی ہے اور یہ محبت ان کے دلوں میں بھی سرایت کرتی ہے (ہمیں فخر ہے کہ باقر العلوم، تاریخ کی چوٹی کی شخصیت۔۔۔ ہم میں سے ہے، ہمیں افتخار ہے کہ ائمہ معصومینؑ۔۔۔ ہمارے امام ہیں، ہمیں فخر ہے کہ ہمارا مذہب جعفری ہے۔۔۔ ۔)

اپنی محبوب ہستیوں کی زبان سے بزرگانِ دین اور اہلِ بیتِ اطہار ؑ کا تذکرہ اس انداز سے سننا، سننے والوں میں ان سے محبت پیدا کرتا ہے۔

قدرتی بات ہے کہ گفتگو کے پروگراموں اور تحریروں میں نوجوانوں سے تعلق رکھنے والی خاص زبان اور اندازِ بیان کا لحاظ رکھنا چاہئے اور بچوں کی علمی اورذہنی سطح کو پیش نظر رکھنا چاہئےخواہ وہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگراموں میں ہونے والی گفتگو ہو، خواہ گھروں، اسکولوں، مساجد اور امام بارگاہوں میں منعقد ہونے والی میلاد و مجالس کی تقریبات میں ہونے والی گفتگو۔

۹:- مراسم کا انعقاد اور شعائر کی تعظیم

اہلِ بیت ؑ سے منسوب ایام پر بڑوں کا طرزِ عمل بچوں کے ذہن اور ان کی روح پر بھی اثر ڈالتا ہے جشن یا سوگواری کے مراسم کا انعقاد اور ایسے پروگراموں میں شرکت کرنا اور شرکت کی ترغیب دینا بھی تاثیر رکھتاہےشعائر کی اس انداز سے تعظیم کے ذریعے دینی اقدار اور ولا و محبت کا تعلق مستحکم ہوتا اور تقویت پاتا ہے۔

ائمہ معصومین ؑ بھی اس طریقے سے استفادہ کرتے اور اسکی تلقین کرتے تھےایامِ عاشورا اور روزِ غدیر جیسی مناسبتوں کی تعظیم و تکریم پیروانِ اہلِ بیت ؑ کے لئے خاص اہمیت کی حامل ہےاہلِ بیت ؑ نے ان دو مناسبتوں کو بہت زیادہ اہمیت دی ہےمعصومین ؑ نے عیدِ غدیر کو ایک عظیم اسلامی عید قرار دیا ہے

اور اس دن روزہ رکھنے، عبادت کرنے، ایک دو رے کومبارکباد دینے، ایک دو رے سے ملاقات کو جانے، اظہار مسرت کرنے، نیا لباس پہننے اور اس دن کے احترام کا حکم دیا ہے تاکہ ایک شیعہ کے ذ ن میں یہ دن ایک اہم اور یادگار دن کی حیثیت سے باقی رہے[1]

ایام عاشورا میں بھی گھروں، اسکولوں، دفاتر اور بازاروں میں مراسم کا انعقاد متاثر کن ہوتا ہے جن گھرانوں میں برسہابرس سے عزاداری کا انعقاد کیا جاتا ہے عام طور پر ان گھروں کے افراد اہل بیت کی محبت سے رشار ہوتے ہیں اوراس محبت اور ولایت کو ایک گرانقدر رمایہ سمجھتے ہوئے اسکی حفاظت کرتے ہیں۔

حتی لوگوں کو اہل بیت کی راہ میں کھانا کھلانے، ان سے نیکی و احسان کرنے، وقف، نذر اور ہدیہ کرنے جیسی باتوں کو عام کیا جائے تو یہ باتیں بھی لوگوں میں اہل بیت اطہار کی محبت کو گہرا کرنے میں مددگار ہوں گی گھروں میں دینی رسوم کی حفاظت اور اسکولوں اور معاشرے میں انہیں رواج دینا مفید ہو سکتا ہے

ان رسوم میں امام زمانہ کے جشن ولادت کا انعقاد خاص اہمیت رکھتا ہے اور اس امام عصر کی ولادت کی مناسبت سے شوق ایجاد کرنا جو ہمارے لئے حاضر اور ہم پر ناظر ہیں اور ہم ان کی آمد کے منتظر ہیں بہت زیادہ زندہ باقی اور عشق آفریں پہلو کا حامل ہے اس حوالے سے بچوں اور جوانوں میں قدرتی طور پر رجحان پایا جاتا ہے اور نیمہ شعبان ان کے لئے ایک ناقابل فراموش دن ہے۔

1: اس بارے میں علامہ امینیؒ کی کتاب الغدیر کی جلد ۳ میں "عید الغدیر فی الاسلام" کی بحث ملاحظہ فرمائیں۔

۱۰:- طالبِ کمال ہونے کی حس سے استفادہ

لوگ کمال اور جمال کی جانب رغبت رکھتے ہیں انسانوں کا بالخصوص نوجوانی اور جوانی کے دور میں طالبِ کمال ہونا اس بات کا سبب بنتا ہے کہ وہ عظیم انسانوں اور علم، قدرت اور شہرت کے حامل آئیڈیل افراد کی جانب مائل ہوتے ہیں لوگوں میں عظیم شخصیات کی جانب رغبت کا احساس پایا جاتا ہے اور وہ ان سے عشق و محبت کا اظہار کرکے اپنی اس حس کی تسکین کرتے ہیں اوراگر ایسے آئیڈیل اور عظیم ہستیاں ان کے اردگرد موجود نہ ہوں، تو حتیٰ وہ انہیں اپنے تصورات میں تراشتے ہیں حصولِ کمال کے لئے ہیروز اور عظیم ہستیوں کی جانب رغبت کا نظریہ خاص طور پر نوجوانوں اور جوانوں کے درمیان ایک زندہ حقیقت ہے انسان بالخصوص نوجوانی کے دنوں میں ہمیشہ ہیروز کی تلاش میں رہتا ہے اور اگر کوئی ہیرو اس کی دسترس میں نہ ہو، تو حتیٰ خیال اور خواب کے عالم میں بھی بہت سے پہلوؤں سے اسے اپنے طرزِ عمل کے لئے نمونہ اور ماڈل بنا لیتا ہے اور اپنے خاص تصور کی بنیاد پر ہیرو سے، اس کے انداز سے، اس کی گفتار سے، اس کے لباس سے، اس کی وضع قطع سے، الغرض اس سے تعلق رکھنے والی ہر چیز سے اثر قبول کرتا ہے۔

نوجوان اپنے طرزِ عمل میں اپنے آئیڈیلز کی نقل کرتے ہیں آئیڈیلزاور ہیروز زمین کے خدا ہوتے ہیں انسان ان میں بھی کمال، طاقت اور آسمانی جمال تلاش کرتا ہے یا ان چیزوں کو ان سے منسوب کرتا ہےخود اپنے ہاتھوں سے ایک بت بناتا ہے، اس سے خدائی صفات منسوب کرتا ہے اور پھر اپنے اس خود ساختہ معبود کی پرستش کرتا ہے۔

اب جبکہ ایسا ہے، تو یہ ہیروز اور آئیڈیلز جتنے عظیم الشان، کمال کی بلندیوں پر پہنچے ہوئے اور بے عیب ہوں گے، اتنے ہی وسیع حلقے کے لئے پرکشش ہوں گے اور اسی قدر ان سے کی جانے والی محبت اور ان کی جانب کشش تعمیری ہو گی۔ لہٰذا انسانوں میں عظیم شخصیات کی جانب پائی جانے والی اس رغبت سے استفادہ کرنا چاہئے اور اہلِ بیتؑ کے ذریعے اس خلا کو پر کرنا چاہئے۔ اہلِ بیتؑ جسمانی طاقت، روحانی توانائی، معجزات و کرامات، خدا پر توکل، علمِ لدنی اور فضیلت و کمال کے حامل ہونے میں تمام انسانوں سے برتر ہیں۔ وہ خدا کے کمال و جمال کا مظہر ہیں ان کی شجاعت و بہادری، ان کے فضائل، ان کے کردار، ان کے معجزات و کرامات، ان کے لوگوں کو شفا بخشنے، لوگوں کی مشکلات دور کرنے، خدا کے نزدیک ان کے مقامِ شفاعت اور ان سے توسل کرنے والوں کی دعاؤں کی قبولیت کا تذکرہ ان سے محبت و عقیدت پیدا کرنے میں موثر ہے۔

واعظین اور ذاکرین، جو ایامِ عزا میں واقعاتِ کربلا بیان کرتے ہیں اور اہلِ بیتؑ کے مصائب اور مظلومیت کا ذکر کر کے ان کی جانب دلوں کو مائل اور متوجہ کرتے ہیں، اگر ان کے مصائب کے ساتھ ساتھ شہدائے کربلا (کے عظیم کردار، ان کے مقصد کی بلندی، اس مقصد سے ان کی وابستگی اور ان) کی دلیری اور جوانمردی کا تذکرہ بھی کریں، تو ان ہستیوں کی محبوبیت میں اور اضافہ ہو جائے۔

کبھی کبھی خود سامعین مقررین سے تقاضا کرتے ہیں کہ وہ امام حسینؑ، حضرت ابو الفضل العباسؑ اور حضرت علی اکبرؑ کی شجاعت اور رزم آوری کا تذکرہ کریں۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ ان آئیڈیل شخصیات کے کردار کے ولولہ انگیز پہلو مخاطب کے ذہن میں ان ہستیوں کے کمال اور جامعیت کی تصویر کشی کرتے ہیں اور ان کے ساتھ عقیدت میں اضافہ کرتے ہیں۔

البتہ بچوں اور نوجوانوں کے سامنے ایسے ہی معجزات اور کرامات بیان کرنی چاہئیں جو ان کے لئے قابل فہم اور قابل ہضم ہوں۔

اگر جوان اور بچے ایسے انسانوں سے عقیدت رکھتے ہوں، ان سے اظہار محبت کرتے ہوں جو علمی، فنی اور ادبی صلاحیتوں کے حامل ہوں، جسمانی قدرت، شجاعت و بہادری، اعلیٰ کردار، خوبصورتی، سخاوت اور جوانمردی میں بلند سطح کے حامل ہوں، تو انہیں جاننا چاہئے کہ اہل بیت ؑ علم ودانش، زہدوعبادت، قدرت وطاقت، فصاحت و بلاغت، سخاوت وفیاضی، صورت و سیرت، عبادت و عرفان، جمال و زیبائی، مردانگی وشجاعت، عفوودرگزر، بخشش و احسان، صبر و ثبات کے لحاظ سے تمام انسانوں سے بلند اور بالاتر ہیں۔

آئیڈیلز کے طور پر ان کا تعارف دلوں میں ان کی محبت پیدا کرتا ہے

بتایئے وہ کونسا امتیاز، خصلت اور پرکشش اور محبت انگیز فضیلت ہے جو انتہائی اعلیٰ پیمانے اور بالاترین درجے پر اہل بیت عصمت ؑ میں نہ پائی جاتی ہو؟

امام رضا علیہ السلام کی ایک حدیث میں اہل بیت ؑ کے مکتب اور ان کے مذہب کی توصیف کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:

مِنْ دينِهِمُ الوَرَعُ والعِفَّةُ والصِّدقُ والصَّلاحُ والأ جتهادُ واداءُ الأمانة اِلَى البَرِّ وَالفاجِرِ وطولُ السّجودِ والقيامُ باللّيلِ واجتنابُ المحارِمِ وحُسْنُ الصُّحبَةِ وَحُسنُ الجَوارِوَبَذْلُ المعروفِ وكفُّ الأذىٰ وَبَسْطُ الوَجْهِ والنّصيحةُ والرحمةُ لِلمؤمِنين

"پرہیز گاری، پاک دامنی، راست گوئی، شائستگی، جہد وکاوش، اچھے برے (ہر شخص) سے امانتداری، طولانی سجود، شب بیداری، حرام سے پرہیز، عمدہ معاشرت، ہمسایوں سے حسن سلوک، اچھی بخشش، (دوسروں کو) اذیت و آزار پہنچانے سے اجتناب، خندہ پیشانی، خیر خواہی اور مومنین کے لئے رحمت ائمہ کا دین ہے(تحف العقول ۴۱۶)

زیارت جامعہ میں ائمہ ؑ کے ممتاز اوصاف اور اعلیٰ فضائل کا ذکر آیا ہے ان ہی میں سے ہے کہ: جب بھی نیکیوں کا تذکرہ ہو، تو آپ ہی سے ان نیکیوں کی ابتداء بھی، اصل بھی، فرع بھی (آپ ہی ان کے) مخزن بھی مرکز بھی اور انتہا بھی ہے۔ إن ذُكِرَ الخيرُ كنتم اوله واصله وفرعه ومعدنه ومأواه ومنتهاه۔

اہل بیت عصمت وطہارت ؑ، انسانوں میں سب سے زیادہ محبوب اور دوستوں میں بہترین دوست ہیں، جو تمام اخلاقی اور عملی خوبیوں کے حوالے سے بے مثل جامعیت کے حامل ہیں اور جو خوبیاں اچھے لوگوں میں علیحدہ علیحدہ پائی جاتی ہیں وہ اہل بیت ؑ میں یکجا ملتی ہیں اور یہ عشق کرنے اور محبوب بنانے کے لئے بہترین انسان ہیں امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث میں ہے کہ:

ثلاثة تورِثُ المحبّة: الدّينُ والتواضُعُ والبَذلُ (تین چیزیں محبت کا باعث ہوتی ہیں دین، انکساری اور سخاوت بحارالانوار ج۷۵ ص ۲۲۹)

ائمہ شیعہ اور اہل بیت رسول دین کا محور ومدار بھی ہیں، اپنے بلند مقام و مرتبے کے باوجود فروتنی و انکساری میں بھی سب سے بڑھ کر ہیں اور سخاوت و دریادلی میں بھی اپنے زمانے کے تمام لوگوں میں سر فہرست ائمہ ؑ کے بلند اخلاق کا ذکر اور ان کی انکساری اور فیاضی کا تذکرہ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت کو اور بڑھاتا ہے۔

ایک دن معاویہ نے حضرت علی ابن ابی طالب ؑ کی محب وعقیدتمند ایک نڈر خاتون ''دارمیہ حجونیّ'' کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ: میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے بتاؤ کہ آخر تم کس وجہ اور کس بنیاد پر علی سے محبت اور مجھ سے دشمنی رکھتی ہو؟ انہوں نے جواب دیا: میں علی ؑ سے اس لئے محبت کرتی ہوں اور ان کی ولایت کا دم بھرتی ہوں کہ وہ لوگوں کے ساتھ عدل سے پیش آتے تھے، حقوق کو مساوی تقسیم کرتے تھے، پیغمبر نے ولایت کے لئے ان کا انتخاب کیا تھا، وہ محروم (و مظلوم) لوگوں کو دوست رکھتے تھے، دینداروں کی عزت کیا کرتے تھے اور علی کے حق بجانب ہونے کے باوجود تمہارے ان کے خلاف لڑنے، تمہارے ظلم و ستم، من مانے انداز میں حکومت کرنے اور ظالمانہ فیصلوں کی وجہ سے تم سے دشمنی رکھتی ہوں (بحارالانوار ج ۳۳ ص ۲۶۰)

امام علی ؑ کے اخلاق اور ان کے کردار نے اس نڈر خاتون کو علی ؑ کا محب، عقیدت مند اور ہمنوا بنا دیا تھا، فضائل و کمالات ہمیشہ پر کشش ہوا کرتے ہیں۔

۱۱:- ولیء نعمت کا تعارف

جو کوئی ہم پر احسان کرتا ہے یا ہمارے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آتا ہے، ہمارے اندر اس سے محبت پیدا ہو جاتی ہے (الانسان عبیدالاحسان)

ان احسانات کا تذکرہ، ان نیکیوں کا ذکر اور ان نعمات و فوائد کا بیان جو ائمہ ؑ کی طرف سے ہمیں پہنچتے ہیں ان سے محبت پیدا کرتا ہےیہ ہستیاں فیضِ الٰہی کا واسطہ ہیں، بارگاہِ الٰہی میں ہماری دعاؤں کی قبولیت کا وسیلہ ہیں، ہماری ہادی و رہنما اور دینی پیشوا ہیں ان ہی کے وسیلے سے ہم خالص توحید،راہِ راست اور صراطِ مستقیم پر پہنچیں ہمارے ولیء نعمت اور محسن ہیں (بیمنہ رزق الوری) نعمت کی جانب متوجہ ہونا، اس کی طرف توجہ دلانا اور نعمت عطا کرنے والے کو جاننا اس سے محبت پیدا کرتا ہے۔

خداوند عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی کہ: مجھ سے محبت کرو اور لوگوں میں بھی میری محبت پیدا کروحضرت موسیٰ نے سوال کیا: بارِ الہا! میں خود تو تجھ سے محبت کرتا ہوں، لوگوں کے دل میں (تجھ سے محبت) کیسے پیدا کروں؟ خداوند عالم نے وحی فرمائی: انہیں میری نعمتیں یاد دلاؤ (فَذَکِّرْ هُمِ نِعمتی وآلائی) (بحارالانوار ج ۱۳ص ۳۵۱، ج ۶۷ص ۲۲)

بہت سی آیاتِ قرآنی اور احادیثِ معصومین ؑ میں انسانوں کو عطا کی گئی خدا کی نعمتوں اوران پر اس کے احسانات کا ذکر کیا گیا ہےیہ تذکرہ انسان میں خدا سے محبت اور اس کی عبادت و پرستش کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ خدا نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ایسی ہی وحی کی حضرت داؤد ؑ نے عرض کیا: میں خود تو تجھ سے محبت کرتا ہوں کَیفَ اُحَبِّبُکَ اِلیٰ خلقِک؟ (لوگوں کوتیرا محب کیسے بناؤں؟) خدا نے فرمایا: اُذکُرْاَیادِیَّ عِندَهُم فاِنّک اِذاذَکَرْتَ ذلک لَهُمْ اَحَبُّونی (میری نعمتیں یاد دلا کے مجھے ان کا محبوب بناؤمیزان الحکمۃج ۲ص ۲۲۹، نقل از بحارالانوار ج ۱۴ص ۳۸)

گھروں میں َ بھی بھی بچوں میں خاندان کے کسی فرد سے محبت پیدا کرنے کے لئے اُس سے کہتے ہیں کہ: یہ وہی ہیں جنہوں نے تمہارے لئے فلاں چیز خریدی تھی، تمہیں فلاں جگہ گھمانے لے گئے تھے۔۔۔ وغیرہ وغیرہان کے دیئے گئے انعامات اور ان کے حسن سلوک کا تذکرہ بچوں میں ان سے محبت اور اُنسیت پیدا کر دیتا ہے۔

ائمہ ؑ بھی ہمارے اوپرَ بہت سے حق رکھتے ہیں، اور ہمارے پاس جو کچھہے، ۔ بالخصوص معنوی اور دینی تعلیمات و عنایات اسی خاندان کے ذریعے ہم تکَ پہنچی ہیں اور یہ ہستیاں بندوں پر خدا کے فیض کا واسطہ ہیں ان باتوں کا ذکر کیا جانا چاہئے۔تاکہ اس کے ذریعےاہلِ بیت ؑ سے محبت پیداہوزیارتِ جامعہ میں عالمِ تکوین میں ائمہ ؑ کے رحمت آفریں رکدار کے ۔ بارے میں ہے کہ :

بِكُم فَتَحَ اللهُ وبِكُمْ يَخْتِمُ وبِكُم يُنزِّلُ الغَيثَ وبِكُم يُمسِكُ السّماءَ اَن تَقَعَ عَلَى الأرضِ الّا بأذنه

خدا نے آپ ہی سے کائنات کاآغاز کیا اور آپ ہی پرا ختتام کرے گاآپ ہی کے طفیل بارش برستی ہے اور آپ ہی کی وجہ سے آسمان اورزمین اپنی جگہ پر قائم ہیں۔

ہدایت و رہنمائی اور دین کی تعلیم و تشریح کے سلسلے میں ائمہ ؑ کےرکدار کے ۔ بارے میں اس زیارت میں ہے کہ :

بِمُوالا تِكم عَلَّمَنَااللهُ مَعا لِمَ ديننِاوَاَصْلَحَ ماكانَ فَسدَمِنْ دُنيانا وبِمُوالاتِكم تَمَّتِ الكلمةُ وعَظُمَتِ النِّعمةُ وَأتَلَفتِ الفُرْقَهُ و بمُوالاتِكُمْ تُقْبَلُ الطّاعَةُ الْمُفْتَرَضَةٌ

آپ کی ولایت ہی کے طفیل میں خدا سے میں نے دین کی روشن تعلیمات حاصل کیں اور میرے دنیا کے بگڑے ہوئے امور کی اصلاح ہوئیآپ ہی کی ولایت سے کلمہ مکمل ہوا، نعمت کو عظمت ملی اور اختلاف و انتشار الفت ومحبت میں بدلاآپ کی ولایت ہی کے تصدق میں بارگاہِ الٰہی میں واجب اطاعتیں قبول ہوتی ہیں۔اہلِ بیت ہمارے معلمِ دین، مرشدِ ہدایت اور رہنمائے حیات ہیں میں توحید اور اسلام انہی کے ذریعے ملا ہے اور اس سلسلے میں ہم ان کے مقروض ہیں میں اس نعمت اور احسان پر خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے اور اس گھرانے سے محبت کرنی چاہئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نےاہل بیتؑ کے بارے میں فرمایاہے :

لَولاھُم ماعُرِفَ اللہُ عزّوجلّ

اگروہ نہ ہوتے، تو خدا وند عالم کی شناخت نہ ہوتی۔

امام خمینی علیہ الرحمہ نے زور دے کراس بات کا ذکر کیا ہے کہ: ہمارا دین، ہمارا انقلاب، ہماری کامیابی اور ہماری قوم سب کے سب اباعبداللہ الحسینؑ اور عاشورا کے مقروض ہیں۔

امام خمینیؒ کے ایسے جملے کہ: یہ سید الشہداء کا لہو ہے جو تمام مسلمان اقوام کے لہو کو جوش میں لاتا ہے، محرم اور صفر نے اسلام کو محفوظ رکھا ہے، سید الشہداء کی جانثاری نے ہمارے لئے اسلام کو باقی رکھا ہے، اگر سید الشہداء کا قیام نہ ہوتا تو آج ہم بھی کامیابی حاصل نہ کر پاتے، سید الشہداء کی شہادت نے مکتب کو زندہ کیا، ایران کا اسلامی انقلاب عاشورااور عظیم الہی انقلاب کا ایک پرتو ہےان تمام جملوں کا مقصد قوم کو اہل بیتؑ کی معنوی عنایات کی جانب متوجہ کرنا ہےاور یہاس بات کا باعث ہوتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو ان احسانات کا ممنون اور مقروض سمجھتے ہیں اور ہمارے دلوں میں اولیائے دین کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

ولایت و محبت کی نعمت عظیم ترین نعمتوں میں شمار ہوتی ہےنعمتوں کو یاد دلاتے اور ان کا تذکرہ کرتے وقت صرف مادی نعمتوں کے ذکرپر اکتفا نہیں کرنا چاہئے بلکہ معنوی نعمتوں کا ذکربھی ہونا چاہئے جن میں سے بیشتر ہمیں سر کی آنکھوں سے نظر نہیں آتیں اورہم اُن سے غافل رہتے ہیں اس طرح ان نعمتوں کی قدر و قیمت بھی پتا چلے گی۔

ہمارا اس گھرانے کی معرفت رکھنا اور ہمارے دلوں کا ان کی محبت سے معمور ہونا خود ایک عظیم بے مثل نعمت ہےخود ائمہؑ نےبھی مختلف مواقع پراپنے دوستوں کو اس معنوی نعمت کی عظمت اور قدر و قیمت کی جانب متوجہ کیا ہے اور اسے ایک عظیم ترین دولت قرار دیا ہے۔

۱۲: اہل ِ بیت ؑ کے فضائل اور اُن ی تعلیمات کا ذکر

لوگ آئیڈیل پرست اور عظیم شخصیات کے دلدادہ ہوتے ہیںہمارا مغرب میں اپنی قومی اور علمی شخصیات کے بارے میں کتابیں اور مقالے تحریر کئے جاتے ہیں، اُن کے بارے میں فلمیں اور اُن کے مجسمے بنائے جاتے ہیں اوراُن کے حوالے سے پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے، تاکہ اِن شخصیات کو ایک آئیڈیل اور ہیرو کے طورپر اپنی قوم کے قلب و ذہن میں جگہ دی جائے۔

ہم اپنے بزرگانِ دین کے بارے میں ہم بھی ایسا ہی کیوں نہ کریں، جو انتہائی صاحبِ فضیلت اور ایسی تکریم کے بہت زیادہ حقدار ہیں؟ اگر لوگ ائمہ اہل ِ بیت ؑ کی شخصیت، اُن کے فضائل، ان کے افکار اور اُن کی تعلیمات سے واقف ہوں اور اُن کے اعلیٰ پائے کے کلمات و فرمودات سے آشنا ہوں، تو ان کے دلوں میں ان کی محبت پیدا ہو گی اور یہ محبت وعقیدت اُن کی پیروی اور اُن کے ساتھ یکجہتی کا باعث بنے گیامام رضا علیہ السلام نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ :

اِنّ الناسَ لوعَلِمُوامَحاسِنَ کلامِنالَا تبّعُونا

اگرلوگ ہمارے کلام کی خوبیوں سے آشنا ہوں گے، تو ہماری پیروی کریں گے۔

اہل ِ بیت ؑ کی احادیث کی ترویج اور حفظ ِ حدیث کے مقابلوں کا انعقاد اس سلسلے میں انتہائی مفید اقدام ہو گابعض اوقات اِن کتب کی جانب سے مختلف موضوعات پر ''چہل حدیث'' کے عنوان سے شائع کی گئی کتب اس مقصد کے لئے تجویز کی جاتی ہیںاِن چہل حدیث یا اسی طرح اور احادیث کو حفظ کرنے کا پروگرام بھی اس حوالے سے مفید ہے۔

بچوں اور جوانوں سے گفتگو کے لئے مفاہیم اور موضوعات کا انتخاب انتہائی اہمیت کا حامل ہے ائمہ کی احادیث میں بہت سے نکات اور معارف موجود ہیں لیکن یہ سب کے سب ایسے نہیں ہوتے جو ہر کسی کے سامنے بیان کئے جاسکیں کیونکہ کبھی کبھی یہ سننے والوں کے لئے قابل ہضم نہیں ہوتے، بجائے کشش رکھنے کے دفع رکھتے ہیں، اہل بیت کے مکتب کی جانب رغبت کا سبب بننے کی بجائے اس سے دوری کا باعث ہوجاتے ہیں اور اذہان کو صاف کرنے کی بجائے ان میں شبہ پیدا کرتے ہیں لہٰذا ان کے انتخاب کے لئے بھی ذوق اور عقل و خرد کی ضرورت ہے اور ماحول اور سننے والوں کی صلاحیت کو مد نظر رکھنا ضروری یہ ایک انتہائی اہم نکتہ ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی سے جن کا نام "مدرک بن ہزہاز" تھا، فرمایا: اے مدرک! ہمارے دوستوں کو ہمارا سلام پہنچانا اوران سے کہنا کہ اس شخص پر خدا کی رحمت ہو جو لوگوں کے دلوں کو ہماری جانب مائل کرے، ہمارے کلمات انہیں سنائے جنہیں وہ جانتے اورقبول کرتے ہیں اور جن کلمات کا وہ انکار کرتے اورجو ان کے لئے قابل قبول نہ ہوں، انہیں ان کے سامنے بیان نہ کرے[1]

کوشش ہونی چاہئے کہ جوان اور نو جوان اہل بیت کے کلام کی مٹھاس محسوس کریں اور ان کے حکیمانہ کلمات کی گہرائیوں کو سمجھیں، تاکہ ان فرامین کے ذریعے ان کے دلوں میں ان شخصیات سے محبت اور عقیدت پیدا ہو اس حوالے سے قابل فہم کلمات، ان کا خوبصورت اور دلنشیں ترجمہ، مفید موضوعات کا انتخاب اور خوبصورت اور جاذب نظر طباعت مؤثر ثابت ہوتی ہے۔

۱- رَحِم اللهُ امرء اًاِجتَرَّ مودَّۃ الناس اِلینا، فَحدَّثَھم بما یَعرِفُون وتَرَکَ مایُنکرون (بحارالانوار ج ۲ ص ۶۸)

افرادِ معاشرہ، جوانوں اور انسانیت تک اہلِ بیت ؑ کی تعلیمات کس طرح پہنچائی جائیں؟ یہ ایک قابلِ غور سوال ہے اور اس سلسلے میں فن وہنر سے استفادہ کیا جانا چاہئے اور نئی نسل کے سامنے ائمہ ؑ کی تعلیمات پیش کرنے کے لئے جدید طریقوں، دلکش اور موثر اسلوب سے کام لینا چاہئے اس سلسلے میں ذرائع ابلاغ کا کردار خاص اہمیت کا حامل ہے انسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم (اس جانب متوجہ ہی نہیں، بلکہ) اکثر ان تقاضوں کے برخلاف عمل کرتے ہیں۔

اہلِ بیت ؑ کے فضائل کو دو پہلوؤں سے پیش کیا جا سکتا ہے۔

۱:- ان کے بلند درجات، ان کی خلقت، ان کی طینت، ان کی عالی سرشت اور ان کے وزن الٰہی ہونے وغیرہ کے پہلو سے اہلِ بیت ؑ کے فضائل کی یہ قسم، اگرچہ قابلِ قدر ہے اور خدا کے یہاں ان کے مقام و منزلت کو واضح کرتی ہے لیکن کیونکہ عملی پہلو کی حامل نہیں اور اس میں اسی کا عنصر نہیں پایا جاتا، اسلئے بہت کم تربیتی اثر اور عملی کشش کی حامل ہے اور بعض اوقات نوجوانوں کے لئے ناقابلِ فہم اور ناقابلِ ہضم ہوجاتی ہے۔

۲:- اسوہ عمل بنائے جانے کے قابل اور اہلِ بیت ؑ کے کردار کی عملی پیروی کے پہلوؤں سے، نوجوانوں اور جوانوں کو سیرتِ معصومین ؑ اور ائمہ علیہم السلام کی زندگی سے آگاہ رکھنا انتہائی ضروری اور مفید ہے اس مقصد کے لئے تاریخ سے آگہی سود مند ثابت ہوتی ہے اور اندازِ تحریر کے پرکشش ہونے کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

ائمہ ؑ کے صبر، ایثار، انکساری، عبادت، شجاعت، اخلاص، جوانمردی، حلم، علم، حسنِ خلق، عفو ودر گزر، سخاوت و فیاضی، ان کی نماز اور روزے کی کیفیت، ان کی تہجد گزاری اور حج اور اسکے مناسک کے دوران ان کی کیفیت کا تذکرہ انتہائی سود مند ہے۔ بالخصوص اہلِ بیت ؑ کے ایسے قصوں کا بیان جن میں وہ نوجوانوں کے ساتھ انتہائی احترام آمیز طرزِ عمل اختیار کرتے نظر آتے ہیں انتہائی متاثر کن ہوتا ہے مثلاً پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچوں سے حسنِ سلوک اور انہیں سلام کرنا، یا مومنین کے بچوں کو گود میں لے کر اُن کے بوسے لینا، یا مثلاً امام حسن ؑ اور امام حسین ؑ کا ایک بوڑھے کو وضو سکھانا وغیرہ۔۔۔

اہلِ بیت ؑ کے بچوں کا تعارف اور ان کا پرکشش طرزِ عمل ہمارے بچوں پر اثر انداز ہوتا ہے، اور اپنے ہی ہم عمر بچوں کا یہ کردار ان میں ان کی جانب اور زیادہ کشش پیدا کرتا ہے۔

نوجوانوں کے دلوں میں محبتِ اہلِ بیت ؑ کا بیج بو کر، عمدہ اخلاقی مثالوں اور سیرتِ اہل بیت ؑ کے ذریعے اس بیج کی آبیاری کرنی چاہیئے تاکہ وہ خشک نہ ہو جائے بلکہ پھلے پھولے اوراس سے مزید پھل حاصل ہونیہ عمل محبت کو مزید گہرا کرتا ہے معتبر اور بنیادی کتب میں اس سلسلے میں وجہ باتیں نقل ہوئی ہیں انہیں سامنے لانا چاہیئے تاکہ ہماری آج کی نوجوان نسل بھی ان ذخائر سے مستفیض ہو سکے۔

ائمہ معصومین ؑ اور اہلِ بیت ؑ کے بارے میں خوبصورت، رواں اور عام فہم اشعار کا انتخاب اور ان اشعار کو دلنشین اور شیریں انداز میں پڑھنا ان ہستیوں سے محبت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے اس انتخاب میں معلومات اور ذوقِ لطیف انتہائی اہم کردارادا کرتے ہیں اس مسئلے میں بھی دوسرے ثقافتی اور تعلیمی پروگراموں کی طرح بچوں کے سن و سال اور ان کی تعلیمی سطح کی خاص نفسیات اور مزاج جیسے نکات پر توجہ ضروری ہے۔

۱۳:- اپنی روزمرہ کی خوشیوں کو اہلبیت علیہم السلام سے منسلک کرنا

کسی چیز سے خوش ہونا، اس چیز سے محبت پیدا کرتا ہے کوشش کرنی چاہیے کہ اہل بیت کی شخصیت، ان کا ذکر، ان کی محافل اور مجالس بچوں کے دلوں میں ایک خوش کن یادگار کی صورت میں محفوظ رہیں تاکہ ہمیں اس انداز سے عمل کرنا چاہئے کہ اگر ہمارے بچے کسی چیز یا کسی یادگار کو دیکھیں، تو فوراً ہی اس کا اہل بیت علیہم السلام سے تعلق ان کے ذہن میں آئے۔

معصومین علیہم السلام کے ایام ولادت پر جشن کا انعقاد کرنا، خوشی منانا، بچوں میں مٹھائی تقسیم کرنا، انہیں عیدی، تحفے تحائف اور اعزازات دینا بالواسطہ (indirect) اپنے اثرات مرتب کرتا ہے اسی طرح اہل بیت علیہم السلام سے منسوب کسی دن گھر یا اسکول میں ایک خوبصورت اور بچوں کا دل پسند پروگرام ترتیب دینا مثلاً اہل بیت علیہم السلام سے تعلق رکھنے والی کسی مناسبت پر گھر میں مٹھائی لے آنا یا اسکول میں مٹھائی تقسیم کر دینا یا اسی مناسبت سے گھر، مسجد یا محلے اور مدرسے میں جشنِ میلاد کا انعقاد کرنا ان مناسبتوں کو ذہن سے اترنے نہیں دیتا اور یہ خوشیاں ان ایام اور اہل بیت علیہم السلام کے نام اور یاد کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہیں۔

ایک صاحب بتا رہے تھے کہ ایک روز میں اپنے چھوٹے بیٹے کے ساتھ نمازِ جماعت کے لئے مسجد میں گیا وہ نمازیوں کے درمیان لوگوں میں مٹھائی تقسیم کی گئی اس رات میرا بچہ مجھ سے کہنے لگا: ابو! آج مسجد نہیں چلیں گے؟ اس دن کے بعد جب بھی میں اسے مسجد لیجاتا ہوں، اگر وہاں سے مٹھائی وغیرہ نہ ملے تو باہر نکل کر لازماً میں اس کے لئے چاکلیٹ خریدتا ہوں، تاکہ مسجد آنے اور ایک پسندیدہ چیز حاصل کرنے کا باہمی تعلق اس کے ذہن سے مٹنے نہ پائے اور مسجد اور نماز کے ساتھ اس کی محبت باقی رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: الھدیّۃ تُورِثُ المودّۃ (تحفہ محبت پیدا کرتا ہے بحارالانوار ج ۷۴ ص ۱۶۶) اگر یہ تحفہ اہل بیتِ عصمت وطہارت سے تعلق رکھتا ہو، تو قدرتی بات ہے کہ اس کے نتیجے میں ان سے محبت پیدا ہو گی۔

ہر دینی اور مذہبی پروگرام کو بچوں کے لئے پسندیدہ اور پرکشش بنانے کے لئے اس طریقے سے استفادہ کیا جا سکتا ہے جیسے نماز جمعہ، دعا یا درس کے اجتماع، مذہبی مراسم اور مجالسِ عزا میں شرکت، یا مسجد اور نمازِ جماعت میں شرکت کے لئے اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے اگر ائمہ سے مخصوص مناسبتوں میں بھی اس طریقے سے استفادہ کیا جائے، تو یہ طریقہ بچوں کے لئے ان پروگراموں کو پرکشش بنانے میں موثر ثابت ہو گا۔

۱۴:- محبت کم کرنے والی چیزوں سے پرہیز

محبت پیدا کرنے والے امور سے استفادے کے ساتھ ساتھ نفرت انگیز کاموں سے پرہیز کرنا بھی ضروری ہے بعض اوقات کچھ حرکات وسکنات، الفاظ، پروگرام اورانداز محبت کا بندھن قائم نہیں ہونے دیتے، تخریبی اثر مرتب کرتے ہیں اور لوگوں کو دور کرنے کا باعث بن جاتے ہیں مثلاً اگر مجالسِ عزا شرکا میں اکتاہٹ یا بے دلی پیدا کر دیں، یا ان کی آوازیں دوسروں کے لئے باعثِ آزار بن جائیں، ان کا سکھ چین چھین لیں، یا اہلِ بیت سے منسوب محافل اور مجالس میں بچوں سے بد سلوکی کی جائے، ان کے ساتھ حقارت آمیز رویہ اختیار کیا جائے، ان سے بے توجہی برتی جائے، انہیں وہاں سے نکال دیا جائے، یا ایسی مذہبی رسومات زبردستی اور جبری شکل اختیار کر لیں، یا بد اخلاق، بدقیافہ، بد صدا، بد سابقہ، بد کردار اور گندے، میلے کچیلے لوگ ایسے پروگراموں کاانعقاد کریں، تو یہ چیزیں محبت پیدا کرنے میں رکاوٹ، بد گمانی اور تنفر کا باعث اور لوگوں کے دور ہونے اور بھاگ جانے کا سبب ہو جاتی ہیں۔

ایک شخص جو انتہائی بری اور گوش خراش آواز میں تلاوتِ قرآنِ مجید کیا کرتا تھا، اس کے متعلق سعدی شیرازی نے کہا ہے:

گر تو قرآن بدین نمط خوانی

ببری رونقِ مسلمانی

ہر اس چیز سے جو عزاداری کو اہلِ بیتؑ سے محبت پیدا کرنے کی غرض سے، یا اس محبت کو قائم و دائم رکھنے کی خاطر منفی اثر مرتب کرنے والی اور رکاوٹ بننے والی چیزوں کا خاتمہ کرنا چاہئے تاکہ ایسا جاذبہ اور کشش فراہم ہو جو محبت و عقیدت پیدا کرے۔ زبان کرنے کا طریقہ انتہائی اہم اور حساس ہوا کرتا ہے۔

ایامِ عزا کی راتوں میں، آدھی رات کے بعد مسجد یا امام بارگاہ کے لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے بعض لوگوں کی نیند خراب ہوتی ہے یہ صورتحال اس وقت اور ناگوار ہوجاتی ہے جب کوئی بیمار ہو، یا کسی کے امتحان ہورہے ہوں اس صورت میں یہ انداز الٹا اثر مرتب کرتا ہے اور ایسے لوگ عزاداری سے بے زار ہو جاتے ہیں۔

امام خمینیؒ اور رہبرِ معظم آیت اللہ علی خامنہ ای نے دو روں کے اذہان میں قمہ زنی کے منفی اثرات کی وجہ سے فتویٰ دیا ہے کہ اسلام اور تشیع کے مفاد میں اس عمل سے اجتناب کیا جائے کیونکہ یہ عمل بعض لوگوں کے لئے تنفر کا باعث ہوتا ہے، اسے دیکھ کر وہ عزاداری کی جانب مائل نہیں ہوتے اور یہ چیزیں ہمارے خلاف دشمن کے پروپیگنڈے کا ایک ہتھیار بن جاتی ہیں۔

۱۵:- روحانی اور معنوی ماحول پیدا کرنا

بچوں اور جوانوں میں محبتِ اہلِ بیتؑ پیدا کرنے کاایک طریقہ، ایسا ماحول اور فضاایجاد کرنا ہے جس میں بچے خاص روحانی حالت محسوس کرنے لگیں اور بتدریج ان کی روحانی حس بیدار ہو اور وہ اس طرف جذب ہو جائیںکیونکہ اگر بچوں (حتیٰ بڑوں کو بھی) ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو وہ اس طرف مائل نہیں ہوتے اور دعا اور توسل کی محفلوں میں شرکت سے گریز کرتے ہیںلیکن اگر ہم ان کے لئے اس فضا میں قدم رکھنے کا اہتمام کریں، تو وہ اس جانب مائل ہو جائیں گےمثلاً تعلیمی و تربیتی کیمپس کا انعقاد، زیارتی دوروں کا اہتمام، دینی مجالس، دعااور توسل کی محفلوں میں شرکت اوردینی شخصیات سے ملاقاتیں اس رشتے اور تعلق کو پیدا کرنے یا سے تقویت پہنچانے والی چیزیں ہیں۔

سال کے مختلف حصوں، بالخصوص تعطیلات کے دنوں میں جن سیاحتی اور زیارتی کیمپس کا انعقاد کیا جاتا ہے، اور لوگوں کومثلاً قم، شیراز، مشہد، جمکران، مرقدِ امام خمینیؒ اور اسی طرح کے دوسرے مقامات پر لے جایا جاتا ہے، تو انہیں صرف ان عمارتوں اور در و دیوار کا تماشائی نہیں بننا چاہئے بلکہ اس دیدار کے ساتھ ساتھ انہیں فکری اور روحانی غذا بھی فراہم کی جانی چاہئےوہ وہاں سے کچھ باتیں سیکھیں، کچھ سبق لیں اور اس گھرانے کے ساتھ عشق اور عقیدت کا رشتہ قائم کریںاگر ممکن ہو تو اس قسم کے سفر اور کیمپس میں متاثر کن شخصیات سے ملاقاتیں بھی شامل ہونی چاہئیں۔

روح پرور محفلوں میں شرکت بھی اسی قسم کی چیز ہےجس طرح ہر اجتماع کا اثر ہوتا ہے اور وہاں موجودافراد کے جذبات و احساسات اور وہاں کی فضا ان اجتماعات میں شریک ہونے والوں پر اثر انداز ہوتیہے، بالکل اسی طرح محبانِاہلِ بیتؑ کے اجتماع میں شرکت بھی یہ حس اور حالت ایجاد کرتی ہے۔

مجالسِ عزا اور دعائیہ اجتماعات میں شرکت انتہائی اہمیت کی حامل ہوتی ہےمجالسِ عزااور نوحہ خوانی میں محبت ِ اہ‍ـل ِ بی‍ـت ؑ کے مرکزجذبات جوش میں آتے ہیں، دل گداز ہوتے ہیں، آنکھوں سے اشک جاری ہوتے ہیں اور گریہ و زاری لوگ‍ـوں ک‍ـو خان‍ـدانِ پیغمبر ؐ سے جوڑتی ہے اور ان سے ان کا تعلق قائم کرتی ہے۔

مجالسِ عزا میں گریہ و زاریوں اور جذبات کو لطیف بھی بناتی ہے اورانہیں تقویت بھی پہنچاتی ہےعام حالت یا انف‍ـرادی ط‍ـور ممکن ہے کہ دل غم و اندوہ سے بھرے ہوں آنسو آنکھوں سے بہیں اور روح میں حرکت وانقلاب پیدا ہو لیکن جذباتی اور روحانی فضا کے اثرات وہاں موجود افراد کی انفرادی اور اجتماعی حس کو ہم آواز کردیتے ہیں اور دل کے دروازوں کو کھولتے ہیں۔

اس قسم کی مجالس اگر گھروں، اسکولوں اور محلّوں میں منعقد ہوں اور نوجوان ان کے انعقاد اور ان کے انتظامات میں شریک ہ‍ـوں، تواس طرح بھی ان کے اندر محبتِ اہلِ بیت ؑ میں اضافہ ہو گا۔

زیارت بھی ایسی ہی چیز ہےجس طرح ایک اعلیٰ صفت، پاک و پاکیزہ انسان سے بالمشافہ ملاقات اس سےملنے والے لوگ‍ـوں پ‍ـر اث‍ـر ڈالتی ہے، اسی طرح معصومین ؑ کی تربت اور ان کے مقدس مزارات پر حاضری بھی روح کی پاکیزگی کا ذریعہ ہےاگر محبت اور معرفت ہو، تو ''زیارت کاشوق'' اس کا نتیجہ ہےاور اگر زیارت پر جائیں، تو خود زیارت محبت پیدا کرتی ہے اور زیارت اور محبت ایک دو س‍ـرے پر اثر انداز ہوتی ہیں محبت کا نتیجہ زیارت ہے اور زیارت محبت پیدا کرتی ہےمادّی اورجسمانی قربت، روحانی قرابت کا باع‍ـث بھی بنتی ہےاور اس کے برعکس اس قسم کے مراکز سے دوری اور گریز روح کو بھی بیگانہ ناآشنا اور گریزاں بنادیتا ہے کبھی کبھی حرم اور مزارِ مقدس پر نگاہ پڑتے ہی دل میں محبت امڈ پڑتی ہےپس حرم اور روضہ کی اس ملاقات سے غفلت نہیں برتنی چاہئے۔

زیارت میں انسان اولیا اللہ کو سلام کرتا ہے اگر نا ائل بات سے باخبر ہو کہ پیغمبر، امام یا حرم میں مدفون اہل بیت زائر کو دیکھتے ہیں، اسے پہچانتے ہیں اور اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں، تو یہ بات بھی ان ہستیوں کے لئے محبت پیدا کرتی ہے اہم بات یہ ہے کہ بچوں اور نوجوانوں کو یہ بات سمجھائی جائے، ان کے سامنے ان نکات کی وضاحت کی جائے۔

فضول، لاابالی اور غیر ذمے دار افراد کے ساتھ میل جول انسان کی روح میں بھی ایسی ہی صفات پیدا کردیتا ہے اس کے برعکس معنویت رکھنے والے حضرات، مقدس مراکز اور دینی مراسم میں شرکت انسان کے اندر معنویت کی بنیاد کو مضبوط کرتی ہے۔

اگر ہمیں بعض لوگ ان چیزوں سے گریزاں نظر آتے ہیں، تو شاید اس کی وجہ ان کی فرومائیگی، احساس بیگانگی یا ان کے دل میں محبت اہل بیت کی تڑپ نہ پایا جانا ہو اور اگر وہ اس محبت کا ذائقہ چکھیں، تو ممکن ہے اس کے مشتاق ہو جائیں بالکل ان لوگوں کی طرح جو ایک مزیدار کھانا اس لئے نہیں کھاتے کہ انہوں نے اس کا ذائقہ چکھا ہی نہیں ہوتا لیکن جوں ہی وہ اس کھانے کا ایک لقمہ چکھتے ہیں اور انہیں اس کی لذت پتا چلتی ہے، تو پھر ان کا ہاتھ ہی نہیں رکتا۔ اہل بیت کے ساتھ تعلق کے سلسلے میں بچوں کے لئے معنوی فضا تیار کرنا اسی طرح کی چیز ہے ماحول اپنا بھرپور اثر ڈالتا ہے، خواہ ایک گھر یا اسکول کا ماحول ہو، خواہ ایک ملک اور معاشرے کا۔ کیا حرج ہے اگر ہم ان کیلئے توفیق اجباری پیدا کریں جو رغبت اختیاری کا باعث بن جائے۔

کبھی کبھی ایک گنبد، حرم، یا مسجد پر نظر پڑنا انسان میں اس کے لئے کشش پیدا کر دیتا ہے کیا ہم نہیں سمجھتے کہ مسجدوں اورامام بارگاہوں میں عوام کے لئے پھلوں کے درخت وقف کرنا اور لوگوں کے لئے ان کے پھلوں سے مفت استفادے کا بندوبست اس تاثیر کا حامل ہوگا؟ یا یہ کہ قدیم زمانے میں بعض مساجد کے احاطے وسیع رکھے جاتے تھے، جنہیں لوگ راہ گزر کے طور پر استعمال کرتے تھے اور کبھی کبھی اسی راہ گزر پر چلتے ہوئے اور نماز پڑھنے سے لوگ مسجد کی روحانی اور معنوی فضا میں جذب ہو جاتے تھے۔

حتیٰ کسی فلم یا ڈرامے میں ایک مقدس شخصیت،اہلِ بیت ؑ کے کسی فرد، یا ان سے وابستگی رکھنے والی کسی شخصیت کا کردار ادا کرنے کی وجہ سے انسان میں خود بخود ان سے محبت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ کردار ادا کرنے والا فنکار ان ہستیوں سے محبت کرنے لگتاہےاہلِ بیت ؑکے ۔ بارے میں روحانی اور معنوی فضلپیدا کرنے کایہ بھی ایک طریقہ ہے۔

۱۲:-کتابوں کا تعارف اور مقالات و اشعارتحریرکرنا

بچوں میں پائے جانے والے مطالعے کے شوق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیںاہلِ بیت ؑکے ۔ بارے میں تحریر کی گئی اچھی، پرکشش اور تعمیری کتب سے روشناس کرایا جائےجن کتابوں سے مقابلوں کا انعقاد کریں، یا جنہیں تلخیص کے لیئے تجویز کریں، یا مضمون نویسی، شعر، قصوں، حتیٰ مصوری اور خطابت کے لئے جو موضوع دیں، اگر وہ اہلِ بیت ؑکے ۔ بارے میںحقائق بات اجاگر کرنے والے ہوں، تو اس سلسلے میں مفید ثابت ہوں گےبچوں کو اس قسم کے کاموں کی طرف لانا یا انہیں عاشورا، ۱۵ شعبان، شبِ قدر، مجالسِ عزا وغیرہ کے حوالے سے یادگار واقعات تحریر کرنے کی ترغیب دینا،اہلِ بیت ؑ سے ان کی محبت اور عقیدت میں اضافے اور تقویت میں مددگار ہو سکتا ہے۔

بچوں میں اِن کتب کے مطالعے کا شوق پیدا کرنے کی خاطر مفید اور پرکشش کتابوں سے انہیں متعارف کرانے کے لیئے خاص ذوق اور موضوع پر مہارت درکار ہے۔

۱۷: محبانِ اہل بیتؑ کے قصے

اہلِ بیتؑ کی زندگی سے ماخوذ داستانیں، جذبات پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں اور محبت آفرین بھی ہیں، ان کے علاوہ اہلِ بیتؑ کے عقیدت مند ایسے محبوں کے قصے بھی خاندانِ رسول سے محبت پیدا کرنے میں مفید ہیں جن کی زندگی، جانثاری، ایثار و قربانی، خدمات، حالات اور ان کی زیارات اور توسل میں اس محبت کو محسوس کیا جا سکتا ہو۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت و محبت کی داستان، آنحضرتؐ سے اویس قرنی کے عشق، حضرت علیؑ سے ان کے دوستوں اور اصحاب کی گہری محبت، سید الشہداء کے انصار کی آپؑ سے والہانہ محبت، ایسے لوگ جنہوں نے حیاتِ ائمہؑ یا ان کی وفات کے بعد ان کی زیارت کے سلسلے میں عشق و اخلاص کا مظاہرہ کیا اور اس راہ میں مصائب و تکالیف برداشت کیں، اسی طرح وہ لوگ جنہوں نے محبانِ اہلِ بیتؑ کے خلاف بنی امیہ اور بنی عباس کے مظالم کے باوجود ان کی محبت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور ہمیشہ اہلِ بیتؑ کے وفادار رہے، وہ لوگ جنہوں نے کربلا کی زیارت کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا، امام مہدیؑ کے دیدار کے شیفتہ افراد، ان سے وصال کے مشتاق لوگ، اور وہ لوگ جنہوں نے اہلِ بیتؑ کے عشق میں عظیم خدمات اور کار ہائے خیر انجام دیئے، اسی طرح ائمہؑ کے مخصوص اصحاب اور ہمراہیوں کے واقعات اور ایسے ہی بہت سے قصے حیرت انگیز اثرات کے حامل ہیں بالخصوص ایسے بچوں اور نوجوانوں کے لئے جو قصے کہانیاں سننے کے شوقین اور داستانوں میں آئیڈیل تلاش کرتے ہیں، کہانیوں کے ہیروز کو پسند کرتے ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں البتہ اس قسم کے قصوں کی زبان جس قدر میٹھی، سادہ اور فنی ہو گی اسی قدر یہ زیادہ پر اثر ہوں گے۔

۱۸:- انجمن سازی

جو پروگرام نوجوان خود سے منعقد کرتے ہیں مثلاً مختلف مناسبتوں سے جشنِ میلاد کا انعقاد، ماتمی دستوں کی تشکیل، مساجد یا عزاخانوں کی صفائی ستھرائی اور سبیلوں کا اہتمام وغیرہ یہ تمام چیزیں اہلِ بیت ؑ سے ان کے تعلق کو مضبوط کرنے میں موثر ہیں بچوں میں روحانی آمادگی پائی جاتی ہے ان کے ذریعے محلّوں میں خود ان کی انجمنیں بنانی چاہئیں، تاکہ وہ خود ان کی ذمے داری سنبھالیں اور ان کی سرگرمیوں میں اضافہ ہو

لڑکپن کی سرحدوں میں قدم رکھنے والے بچوں کو اس قسم کے کاموں میں سرگرم کرنے کے لئے ماہِ محرم ایک مناسب ترین موقع ہے کیونکہ عمومی طور پر ماہِ محرم، شعبان اور رمضان میں لوگوں کا رجحان مذہب کی جانب ہوتا ہے لہٰذا بچے بھی دینی مراسم کی جانب راغب ہوتے ہیں ان دنوں میں بچوں کے اندر از خود پیدا ہونے والی اس حس اور دوسرے دنوں کے لئے بھی اس حس کو باقی رکھنے کے سلسلے میں سنجیدہ عملی کوششوں کی ضرورت ہے

ائمہ ؑ سے منسوب ایام میں پرچم اٹھا کر، نوحہ خوانی کر کے اور اپنی دیگر سرگرمیوں کے ذریعے بچوں میں اپنی شخصیت کا احساس پیدا ہوتا ہے، یہ احساس ان میں ذمے داری اور فرض شناسی کا جذبہ ابھارتا ہے اور اہلِ بیت ؑ سے ان کا تعلق قائم کرتا ہے کیونکہ وہ محسوس کرتے ہیں کہ ان سرگرمیوں کے ذریعے انہیں ایک مستقل شخصیت اور علیحدہ حیثیت ملی ہے، وہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے ہیں اور لوگ انہیں اہمیت دیتے ہیں پرچم ایک گروہ کے تشخص کی علامت ہے اور وحدت، یکجہتی اور تعلق پیدا کرتا ہے

ایک شہید کے بقول: ”آدھا میٹر لکڑی اور آدھا میٹر سیاہ کپڑے کے ذریعے سید الشہداءؑ کے بارے میں بے دریغ احساسات کے ایک طوفان کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، جس کی مثال کسی اور جگہ دیکھی ہی نہیں جا سکتی جبکہ لوگوں کو ایک چھوٹے سے اجتماع کی تشکیل کے لئے بھی بہت زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے۔“

عزاداری کے دستے اور روایتی ماتمی انجمنیں نہ صرف اہلِ بیتؑ اور عاشورا کے پیغام اور اسکی تعلیمات کی حفاظت کا ایک ذریعہ ہیں بلکہ امام حسینؑ کے محور پر مقدس مقاصد اور مخلص اور عاشق انہ آداب کے ساتھ تنظیم سازی کی ایک مشق ہیں

چند تکمیلی نکات

ہم محبتِ اہلِ بیتؑ کی تمام تر اہمیت کے قائل ہیں، لیکن اگر یہ محبت درست انداز میں، فکروشعور اور صحیح تعلیمات کے ساتھ نہ ہو، تو ممکن ہے لوگوں میں ایک طرح کی غفلت، بے توجہی اور افراط پیدا ہو جائے اور اس محبت کے الٹے نتائج برآمد ہوں۔ اس حوالے سے چند نکات کی جانب توجہ ضروری ہے، تاکہ یہ مقدس محبت مؤثر ثابت ہو اور نقصانات سے محفوظ رہے

ا:- محبت کو عمل کے ساتھ جوڑنا

بچوں اور نوجوانوں کے دل میں محبتِ اہلِ بیتؑ پیدا کرتے ہوئے یک طرفہ پن سے بھی اجتناب کرنا چاہئے اور انہیں بھی اس سے پرہیز کی تلقین کرنی چاہئے ہمارا اصل کام محبت کو عمل کے ساتھ مخلوط کرنا ہے، تاکہ (عمل، تقوی اور پیروی کے بغیر) صرف محبت اور عشقِ اہلِ بیتؑ ان کے محبوں کی گمراہی اور غفلت کا باعث نہ بن جائے اگر محبت اور عمل ساتھ ساتھ نہ ہوں تو یا تو محبت سچی نہیں ہے، یا اس میں عشق اور عقیدت کی تاثیر کو ختم کر دینے والے عوامل کی ملاوٹ ہے۔

اگر محبت سچی اور صدقِ دل کے ساتھ ہو، تو محبوب اور محب کو ہم رنگ اور ہمراہ بنا دیتی ہےمحبت چاہے خدا کے ساتھ ہو، پیغمبرؐ کے ساتھ ہو، ائمہؑ کے ساتھ ہویا کسیَ بھی دو رے شخص کے ساتھ، اگر سچی اور حقیقی ہو، تومحب کو محبوب کی مخالفت، اسکی ناراضگی اور اسکی خواہش، رضا اور رغبت کے منافی عمل سے باز رکھتی ہےاگر ہم کسی سے عشق اور محبت کا دعوی کرنے کے ساتھ ساتھ ایسے عمل انجام دیں جوہمارے محبوب کے لئے تکلیف اور دکھ کا باعث ہوں، توہم عاشق اور محب نہیں بلکہ اس عشق اور محبت کے جھوٹے دعویدار ہیں۔

امام جعفرصادق علیہ السلام نے (اپنے ایک صحابی) مفضل سے گفتگو کے دوران محبِ اہلِ بیتؑ کے حوالے سے شیعوں کی گروہ بندی کرتے ہوئے اور یہ بتاتے ہوئے کہ محبِ اہلِ بیتؑ کے سلسلے میں لوگوں کے محرکاتَ بھی مختلف ہوتے ہیں،اہلِ بیتؑ کے حقیقی محب گروہ کا تعارف کرایا ہے، فرماتے ہیں:

وَفِرقَةٌ اَحَبُّوناوحَفِظُواقولَنَا وَاطاعُوااَمْرَناوَلَمْ يُخالِفوا فِعْلَنا، فَاولئک منّاونَحْنُ منهم

۔ ۔ ایک گروہ ہم سے محبت رکھتا ہے، ہمارے کلام کی حفاظت رکھتا ہے، ہمارے فرمان کی پیروی رکھتا ہے، اپنے عمل سے ہماری مخالفت نہیں رکھتا،یہی لوگ ہم سے ہیں اور ہم ان سے ہیں(تحف العقولص ۵۱۴)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے محبتِ خدا کے دعوےکے بارے میں فرمایاہے:

تَعْصِی الالٰهَ وَاَنْتَ تُظهِرُحُبَّهُ هذا مَحالٌ فی الفِعالِ بَديعٌ
لَوْكانَ حُبُّکَ صادِقاً لَأَ طَعْتَهُ اِنَّ المحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطيعٌ

خدا کی نافرمانی کرتے ہواور اس سے اظہارِ محبتَ بھی کرتے ہویہ محال ہے اورایک نئی بات ہےاگر تمہاری محبت سچی ہوتی، تو اس کی اطاعت کرتے کیونکہ عاشق اپنے معشوق کا اطاعت گزار ہوتا ہے(بحارالانوارج ۷۰ص ۱۵)

خدا سے اظہارِ محبت اسکی اطاعت اور اسکے احکام کی پیروی کے ساتھ ہونا چاہئے نہ کہ اس کی نافرمانی اور اس کے فرامین کی مخالفت کے ساتھ کیونکہ سچی محبت کا نتیجہ محبوب کی اطاعت ہوتا ہے اہلِ بیت ؑ سے محبت کا دعوی اور گناہوں اور نافرمانیوں کا ارتکاب ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔ اس زاویہ سے یہ بات واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ اگرچہ ہمارا دین حب اور محبت کا دین ہے لیکن سچی محبت ہمرنگی اور ہم آہنگی کا باعث ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے جب دو افراد میں محبت ہوتی ہے، تو اس محبت کی بنیاد پر وہ دونوں ایک دوسرے کی طرح بننے کی کوشش کرتے ہیں، ایک دوسرے کو رنجیدہ کرنے اور ایک دوسرے کی مخالفت سے پرہیز کرتے ہیں تاکہ ان کے درمیان قائم محبت اور دوستی کا رشتہ ٹوٹنے نہ پائے۔

امام رضا علیہ السلام کی ایک حدیث، اسی نکتے کی جانب اشارہ کرتی ہے کہ محبتِ اہلِ بیت ؑ کے بھروسے پر عملِ صالح کو ترک نہیں کرنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ ہم "جب علی ہیں تو کیا غم" جیسے الفاظ منھ سے نکالنے لگیں۔

لا تَدَعُواالعَمَلَ الصّالحَ والأجتهادَ فی العبادةِ اِتّکالاً عَلیٰ حُبّ آلِ محمّدٍ ولا تَدَعُواحُبَّ آلِ محمّدٍ والتسلیمَ لِأ مرِهِمْ اِتّکالاً عَلَی العبادة، فِاِنّهُ لایُقْبَلُ أحَدُ هُمادونَ الآخَرِ

عملِ صالح اور بندگیِ رب میں کوشش کو اہلِ بیت کی محبت کے بھروسے پر ترک نہ کرنا اور اہلِ بیت کی محبت اور ان کی اطاعت کو عبادت کے بھروسے پر نہ چھوڑنا کیونکہ ان میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا(بحارالانوار ج ۷۵ ص ۳۴۷)

جی ہاں، محبتِ اہلِ بیت ؑ کے موثر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ عملِ صالح اور خدا کی بندگی کے ہمراہ ہو[1]

اہلِ بیت ؑ سے عشق نیکیوں اور نیکوکار افراد، عملِ صالح اور صالحین کے ساتھ محبت کے ہمراہ ہونا چاہئیے یہ سچی محبت کی نشانی ہےامام علی ابن الحسین زین العابدین علیہ السلام، مناجاتِ محبین میں خداوند عالم سے خدا کی محبت، خدا کے محبوں کی محبت اور ہر اس عمل سے محبت کی درخواست کرتے ہیں جو بندے کے لئے قربِ الٰہی کا باعث ہو۔

اَسْءَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُحِبُّکَ وَحُبَّ کلّ عَمَلٍ یُوصِلُنی اِلیٰ قُرْبِکَ(مناجاتِ خمس عشر،مفاتیح الجنان)

میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری محبت کا اورجو تجھ سے محبت رکھتا ہے اُسکی محبت کا اور ہر اس عمل سے محبت کاجو مجھے تیرے قرب سے ملادے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ اَحَبّنافَلْیَعْمَلْ بِعَمَلِناوَلْیَتَجلْبَبِ الوَرَع

جو کوئی ہم سے محبت رکھتا ہے، اُسے چاہئے کہ ہماری طرح عمل کرے اور پرہیز گاری کواپنا لباس قرار دے(تنبیہ الخواطرج ۲ص ۱۷۶)

محبت اور شیعیت کے ثبوت کے لئے عملی اتباع اور پیروی ضروری ہے اور شیعہ کے تو معنی ہی ہیں پیروکار اور نقشِ قدم پر چلنے والا۔

ا:-محبتِ اہلِ بیت ؑ سے متعلق احادیث کے مطالعے کے لئے کتاب میزان الحکمۃج ۳ص ۲۳۵ ملاحظہ فرمائیںاسکے علاوہ محمد محمدی ری شہری ہی کی کتاب"اہل البیت فی الکتاب والسنۃ"بھی اس سلسلے میں ایک عمدہ ماخذ ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ:

اِنَّ شیعَتَنامَنْ شَیَّعَناوتَبِعَنٰا فی اَعْمالِنا

یقیناًہمارے شیعہ وہ لوگ ہیں جو ہمارے اعمال میں ہماری اتباع اور پیروی کرتے ہیں(میزان الحکمۃج ۵ص ۲۳۲)

امام باقر علیہ السلام سے بھی روایت ہے کہ :

فَلْیَعْمَلْ کُلُّ امْرِءٍ مِنکم مایَقْرُبُ به مِنْ مَحبّتِناوَلْیَتَجَنَّبْ مٰا یُدْنیه مِنْ کَراهَتِناوسَخَطِنا

تم میں سے ہر ایک وہ عمل انجام دے جو اسے ہماری محبت سے نزدیک کرے، اور ہر اس چیز سے گریز کرے جو ہماری ناراضگی اور غضب کا موجب ہو۔ (احتجاج طبرسی ج۲ص ۵۹۹)

پس یہ ہمارے اچھے یا برے اعمال ہوتے ہیں جو ہمیں اہل بیت سے نزدیک یا ان سے دور کرتے ہیں اور ہم ان کی نظروں میں محبوب یا قابل نفرت بنتے ہیں محبت دل میں بھی ہوتی ہے اور زبان پر بھی جاری ہوتی ہے اور انسان کے عمل سے بھی اس کا اظہار ہوتا ہے وہ حدیث جس میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا ہے کہ: بعض لوگ تمہیں صرف دل سے چاہتے ہیں، بعض تمہارے قلبی اور زبانی محب ہیں اور بعض دل سے بھی تم سے محبت کرتے ہیں اور زبان سے بھی تمہاری مدد کرتے ہیں اور اپنی تلواروں سے بھی تمہاری نصرت کو بڑھتے ہیں ایسے لوگوں کی جزااس (پوری) امت کی جزا کے برابر ہے(بحار الانوارج ۳۹ص ۲۸۸) یہ حدیث اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہے کہ محبت عملی پہلو بھی رکھتی ہے اور یہی محبت کی سچائی جاننے کا پیمانہ ہے۔

ائمہ معصومین علیہم السلام اکثر اس بات پر زور دیتا کہ شیعوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اچھے عمل اور کردار کے ذریعے ان کے لیے زیب و زینت کا سبب بنیں، اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے ان کے لئے شرمندگی کا باعث اور ان کے نام پر دھبہ نہ بنیں خاندانِ عصمت و طہارت سے اسی عملی محبت کی جانب اشارہ ہےاس سلسلے میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:

معاشرالشیعه! کونوالناز یناأَوَلاٰ تکُونواعلینا شیناً

اے رگوہِ شیعہ ! ہمارے لئے زی۔ت بنو، رب۔امی اور شرمندگی کا باعث۔ نہ بنو(بحارالانوار ج ۶۵ص ۱۵۱)

اس سے پتا چلتا ہے کہ شیعوں کا نیک عمل اوراُن کااچھا کردارلوگوں وک اہلِ بیتؑ کی جانب مائل رک۔تا ہے۔

۲:-محبت ں نشانیاں

بھی بھی انسان خودَ بھی غلط فہمی کا شکار ہوجات۔ا ہےوہ اپنے آپ کو شیعہ اور محبِاہلِ بیتؑ تصور رک۔ت۔ا ہے، جبکہ۔ اس کا یہ۔ خیال ایک بے بنیاد نعرے اورکھوکھلے دعوے سے۔زیادہ نہیں ہو۔تاجو شخص محبِ اہلِ بیتؑ کادعویدار ہواس میں محبت کس نش۔انیاں اور علامات تلاش کرنی چاہئیاہلِ بیتؑ سے سچے عشق کی علامات درجِ ذیل ہیں:

عمل اور تقویٰ

َ پہلےنکتے (محبت کو عمل کے ساتھ جوڑن۔ا) کے ذیل میںاس ۔ بارے میں تفصیل کے ساتھ گفتگو کی جا چکی ہے۔

محبانِاہلِ بیت سے محبت

اگر ہماہلِ بیتؑ سے عقیدت رکھتے ہیں، ان کے محب اور شیدائی ہیں، تو ہمیں اُن کے محبوں اور دوستوں سےَ بھس محب۔ت کرنی چاہئےاگر ہم کسی کو پ۔ند کرتے ہیں، تو قدرتی بات ہے کہ وہ جن امور اور جن افراد کو پ۔ند رک۔تا اور ان سے محبت رک۔ت۔ا ہے، وہ ہمیںَ بھی پ۔ند ہوں، ہمَ بھی ان سے خوش ہوتے ہوںعشق و محبت کے اس سلسلے کو اس طرح واضح کیا جاسکتا ہے:

خدا سے محبت

<

رسول اللہ سے محبت

<

اہل ِ بیت ِ رسول سے محبت

<

شیعیانِ اہل ِ بیت سے محبت۔

امام علی علیہ السلام نے فرمایا ہے

مَنْ اَحَبَّ اللهَ اَحَبَّ النَّبِیَّ، وَمَنْ اَحبَّ النّبِیَّ اَحَبَّنٰاوَمَنْ اَحَبَّنا اَحَبَّ شیعَتَنا(اہل البیت فی الکتاب والسنۃص ۴۳۱)

جو شخص خدا سے محبت رکھتا ہے، وہ پیغمبر سے بھی محبت رکھتا ہےجو پیغمبر سے محبت رکھتا ہے، وہ ہم (اہل ِ بیت) سے بھی محبت رکھتا ہے اور جو کوئی ہم سے محبت رکھتا ہے، وہ ہمارے شیعوں سے بھی محبت کرے گا۔

امام علی علیہ السلام ہی نے فرمایا ہے :

مَنْ سَرَّهُ اَنْ یَعْلَمَ اَمُحِبٌّ لَنااَم مُبْغِضٌ فَلْیَمْتَحِنْ قَلبَه، فاِنْ کانَ یُحِبُّ وَلیّاً لَنا فَلَیْسَ بِمُبْغِضٍ لَناوَاِنْ کانَ یُبْغِضُ وَلِیَّنٰافَلَیْسَ بِمُحِبٍّ لَنا

جو کوئی یہ جاننا چاہتا ہے کہ وہ ہمارا دوست ہے یا دشمن، اسے چاہئے کہ اپنے دل کا امتحان لے (اور اپنے قلب سے معلوم کرے) اگر وہ ہمارے محب سے محبت رکھتا ہے، تو ہمارا دشمن نہیں اور اگر ہمارے محب سے دشمنی رکھتا ہے، تو پھر ہمارا دوست نہیں(حوالہ سابق)

امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول ہے:

مَنْ تَوَلّٰی مُحِبَّنافَقَداَحَبَّنا

جو کوئی ہمارے محب سے محبت رکھتا ہے، وہ ہم سے محبت رکھتا ہے

(بحارالانوارج۱۰۰ص ۱۲۴، ج ۳۵ص ۱۹۹)

دشمنوں سے بیزاری

جو شخص اہل بیت ؑ سے محبت رکھتا ہے، اسکے دل میں اُن کے دشمنوں سے محبت نہیں ہو سکتی ایک دل میں دو محبتیں اکھٹی نہیں ہوتیں حب اہل بیت ؑ کے ساتھ اُن کے دشمنوں کی محبت نہیں چل سکتی تولیٰ اورتبری کی اہم بحث اسی مقام پر پیش آتی ہے شیعہ اور اہل بیت ؑ کا محب کسی نظریئے اورموقف کے بغیر نہیں رہتا وہ اہل بیت ؑ کے مخالفین سے محبت اور دوستی کا تعلق قائم نہیں رکھتا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے آیتِ قرآن: مَاجَعَلَ اللهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْ فِہ (خدا نے کسی کے سینے میں دو دل نہیں رکھے ہیں سورہ احزاب ۳۳آیت ۴) کے ذیل میں، امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ ؑ نے فرمایا:

لایَجْتَمِعُ حُبُّناوحُبُّ عَدُوِّنافی جَوْفِ انسانٍ

ایک انسان کے دل میں ہماری اور ہمارے دشمن کی محبت یکجا نہیں ہو سکتی

کیونکہ خداوند عالم نے انسان کے دو دل نہیں رکھے ہیں کہ ایک میں اس سے دوستی ہو اور ایک میں اس سے دشمنی ہمارے دوست کو چاہئے کہ اپنی محبت کو ہمارے لئے خالص کرے، اسی طرح جیسے سونا آگ میں پڑ کر خالص اور بے آلائش ہو جاتا ہے پس جو کوئی (اپنے دل میں) ہماری محبت کو جاننا چاہتا ہے، اسے چاہئے کہ اپنے دل کا امتحان کرے اگر اس کے دل میں ہماری محبت کے ساتھ ہمارے دشمن کی محبت بھی ہو، تو ایسا شخص ہم میں سے نہیں اور ہم بھی اس سے نہیں (نہ اس کا ہم سے تعلق ہے اور نہ ہمارا اس سے تعلق) (اہل البیت فی الکتاب والسنۃ ص ۴۲۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص کے جواب میں، جو یہ کہہ رہا تھا کہ فلاں شخص آپ ؑ کی ولایت و محبت رکھتا ہے لیکن آپ ؑ کے دشمنوں سے بیزاری کے معالے میں سست ہے، فرمایا:

هَیهات! کَذِبَ مَنِ ادّعیٰ مَحَبَّتناوَلَمْ یَتَبرَّءْ مِن عَدُوِّنا

افسوس !ایسا شخص جھوٹ بولتا ہے جو ہماری محبت اور ولایت کا دعویدار ہے لیکن ہمارے دشمن سے بیزار نہیں(حوالہسابق)

مصائب و مشکلات کے لئے تیارہنا

محبانِاہل بیتؑ کو مصائب و مشکلات کے لئے تیار رہنا چاہئے۔یہ بات کی ایک اوردلیل ہے کہ محبت اور ولایت اُس وقت تک قابلِ قبول نہیں جب تک اس کا دعویدار مشکلات اٹھانے اور صعوبتیں جھیلنے کے لئے تیار نہ ہو۔حضرت علی علیہ السلام کے بقول:

مَنْ اَحَبَّنااهلَ البيتِ فَلْيَسْتَعِدَّ عُدَّةً لِلبَلاءِ

جو شخص ہم سے محبت رکھتا ہے، اُسے چاہئے کہ مشکلات جھیلنے کے لئے تیار رہے(حوالہ سابق ص ۴۳۵)

عشق و محبت کا راستہ دشوار، پر خطر اور بلاؤں سے بھرا راستہ ہے سچا عاشق بھی ان مشکلات، دشواریوں اور بلاؤں سے راہِ فرار اختیار نہیں کرتا، بلکہ بڑھ بڑھ کر ان کا استقبال کرتا ہے اور راہِ محبت میں تکلیف اُسکے لئے لذت و سرور بخش ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خونِ دل پینا اور مصیبتیں جھیلنا عشق کی ایک علامت ہے ہمیشہ ولا اور بلا، عشق اور سختی ساتھ ساتھ رہتے ہیں البلاء للوِلاء۔

۳:- غلو سے پرہیز

محبت کے راستے کی ضرر رساں چیزوں میں سے ایک چیز عقیدے کے بارے میں اور اہلِ بیتؑ سے اظہارِ محبت میں غلو (حد سے زیادہ بڑھ جانا) اور افراط ہے خود ائمہؑ اپنے زمانے میں غلو کی مشکل سے دوچار رہے تھے اور ان لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش آتے تھے جو ان کے خدا ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے اور ایسے افراد سے بیزاری کا اظہار کرتے تھےاس حوالے سے بکثرت احادیث موجود ہیں، جیسے امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث کہ :

اِحْذَرُواعَلیٰ شَبابِکُم الغُلاۃَ لا یُفسِدونَھم، فاِنَّ الغُلاۃَ شرُّخلقِ اللہ، یُصَغِّرونَ عَظَمَۃَ اللہِ ویَدَّعُونَ الرُّبُوبیّۃ لِعبادِاللہ

اپنے جوانوں کو غالیوں سے بچا کے رکھوکہیں وہ انہیں رغب ۔۔ کر دیںغالی لوگ خدا کی بد ترین مخلوق ہیں، وہ خدا کی عظمت کو گھٹاتے ہیں اور خدا کے بندوں کے لئے مقام ربوبیت کادعوی کرتے ہیں

(طوسی ص ۶۵۰ (امالیء

مدح و ستائش میں افراط اور پیغمبرؐ اور ائمہؑ کو مقام الوہیت اور ربوبیت تک پہنچا دینا ''غلو'' ہےمحبت کو غلو سے آلودہ نہیں ہونا چاہئےکیونکہ وغلو باعثِ ہلاکت ہےامیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

هَلَکَ فِیَّ رَجُلانِ :مُحِبٌّغالٍ ومُبغِضٌ قالٍ

میرے بارے میں دوطرح کے لوگ برباد ہوئے ہیں: غلو کرنے والے دوست اور کینہ رکھنے والے دشمن(نہج البلاغہ کلمات قصار۱۱۷)

پیغمبر اور ائمہ، نبی اور امام ہونے سے پہلے ''عبداللہ'' یعنی خدا کے بندے ہیں، جو پروردگار پر ایمان رکھتے ہیںخود انہوں نے فرمایا ہے کہ ہمیںحد ربوبیت سےنیچے رکھو، پھر ہمارے بارے میں جو چاہو کہوحضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

ایّاکُمْ وَالغُلُوَّفینا، قُولوا: اِنّاعَبیدٌمَربُوبُونَ وقولوافی فَضْلِنامٰا شِءْتُم

ہمارے بارے میں غلو سے پرہیز کرویہ عقیدہ رکھو کہ: ہم پروردگار عالم کے تحت اختیاربندے ہیںپھر اس کے بعد ہماری فضیلت میں جو چاہو کہو(اہل البیت فی الکتاب والسنۃص ۵۳۱)

اسلامی تاریخ میں غلو کی وجہ سے بہت سے لوگ گمراہی میں مبتلا ہوئے ہیں اس غلو کا اظہار اکثر حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں کیا گیا ہےامیرالمومنین علیہ السلام نے اس گمراہی اور فکری انحراف کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

مَثَلی فی هٰذِهِ الأُمَّةِ مَثَلُ عیسَی بنِ مریمَ، اَحَبَّهُ قَوْمٌ فَغٰالُوافی حُبِّهِ فَهَلکواوَاَبْغَضَهُ قومٌ فَهَلکوا

اس امت میں میری مثال عیسی ابن مریم (علیہ السلام) کی سی ہےایک گروہ نے ان سے محبت کی اور اس محبت میں غلو اور افراط کی وجہ سے ہلاکت سے دوچار ہواجبکہ دو سرا گروہ ان سے بغض و عداوت کی وجہ سے ہلاکت کا شکار ہوا(بحارالانوارج ۳۵ص ۳۱۵)

محبت میں افراط، حق سے دوری کا باعث ہےحضرت علی علیہ السلام نے اپنے ایک کلام میں نہروان کے خوارج کو خطاب کر کے فرمایاہے:

میرے حوالے سے دو گروہ ہلاکت کا شکارہوں گے: ایک مجھ سے محبت میں حد سے بڑھ جانے والے، جنہیں "محبت" ناحق راہ کی طرف لے جائے گیاوردو سرے مجھ سے دشمنی میں حد سے گزر جانے والے(بحارالانوارج ۳۴ص ۳۷۳)

محبت میں غلو اور ائمہ کوخدا سے نسبت دینا، ایک قسم کی بدعت اور شرک ہے، جس کا ارتکاب تاریخ اسلام میں نادان دوستوں یا کٹّر دشمنوں نے کیا ہے اور جو شیعوں اور ائمہ کے لئےدرد سر بنے ہیں اورآج بھی ایسے عقائد و رجحانات شیعیت پر حملے اور اعتراض کے لئے دشمنوں کا ہتھیار ثابت ہوتے ہیںدشمنانِاہل بیت خود اس قسم کے افکار و خیالات کی نشر و اشاعت میں سرگرم رہے ہیں

اور آج بھی اس سلسلے میں تعاون کرتے نظر آتے ہیں کیونکہ وہ اس طرح شیعیت کے چہرے کو مسخ کرکے سامنے لاتے ہیں[1]

البتہ ایک دوسری جانب سے ایک اور خطرہ بھی موجود ہے۔ بعض علاقوں اور محافل میں، غلو کے خطرے کے خوف سے اہل بیت کے ان فضائل اور مناقب کا بیان بھی ترک کیا جا رہا ہے جو یقینی اور معتبر روایات کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں اور ہر اس فضیلت کو غلو کے نام سے مسترد کیا جارہا ہے جو عقل بشر سے معمولی سی بھی ہم آہنگ نہیں۔ یہ طرز عمل بھی درست نہیں اور دشمن ہم سے یہی چاہتا ہے۔

شیعیت کے مخالفین ہم پر غلو کا الزام لگاتے ہیں لہٰذا ہمیں چاہئے کہ غلو سے پرہیز کرنے کے ساتھ ساتھ اور عقیدے میں انحراف کا شکار ہوئے بغیر اپنے مخالفین کے الزامات کی رد میں جواب بھی ہمارے پاس موجود ہو اور ہم "غلو" اور "فضائل" کے بیان کے درمیان حد کو بھی جانتے ہوں، تاکہ ان کے شبہات کو دور کر سکیں۔

بہرحال ہمیں چاہئے کہ نوجوانوں اور بچوں کی فکری سطح اور ان کی ذہنی صلاحیت کو پیش نظر رکھیں اور ان کے سامنے ایسی احادیث اور فضائل بیان کریں، جو ان کے لئے قابل فہم اور قابل ہضم ہو نہ صرف اس بنیاد پر کسی بات کو عام افراد کے سامنے بیان کرنے کا جواز فراہم نہیں ہوتا کہ یہ بات حدیث میں موجود ہے بلکہ سننے اور پڑھنے والوں کے لئے فکری گنجائش بھی رکھنے کسی وجہ سے کوئی بات ان کے ذہن میں شک و شبہ پیدا کر دیتی ہے اور وہ اصل دین اور عقائد کے منکر ہو جاتے ہیں۔

1: اس بارے میں تحقیق کے خواہشمند حضرات علامہ اسد حیدر کی تالیف "امام جعفر الصادق والمذاہب الاربعہ جلد ۴ صفحہ ۳۶۹" پر مشکلۃ الغلاۃ کے عنوان سے گفتگو ملاحظہ فرمائیں۔

ایک میدان دو حملے

کیونکہ محبانِ اہلِ بیت پیدا کرنا ایک فکری عمل اور اغیار کی فکری و ثقافتی یلغار کے مقابل دفاعی رہنا بھی ہے، لہٰذا اس گفتگو کی تکمیل کی خاطر یہ تحریر بھی کتاب میں شامل کی جا رہی ہے، جس میں فوجی اور ثقافتی حملوں کا موازنہ کیا گیا ہے۔

نہ تو سرحد صرف بحری اور برّی ہوتی ہے، نہ حملہ صرف زمینی اور فضائی

نہ یلغار صرف فوجی ہوتی ہے، نہ شکست اور نقصان فقط مادّی

ثقافتی یلغار، فوجی حملے سے زیادہ خطرناک چیز ہے

فوجی حملے کا مقصد زمین پر قبضہ کرنا ہوتا ہے، جبکہ ثقافتی یلغار دین اور اخلاق کو نقصان پہنچانے کے لئے ہوتی ہے

فوجی یلغار انتہائی تیزی اور شور و غل کے ساتھ ہوتی ہے، جبکہ ثقافتی یلغار نہایت خاموشی اور آہستگی کے ساتھ

فوجی حملہ خوفزدہ کردینے والا اور نفرت انگیز ہوتا ہے، جبکہ ثقافتی یلغار فریب دینے والی اور پرکشش ہوتی ہے

فوجی حملے کے مقابل لوگ اپنا دفاع کرتے اور اس سے مقابلہ کرتے ہیں، جبکہ ثقافتی یلغار کا استقبال کرتے اور اسے خوش آمدید کہتے ہیں

فوجی حملے کے دوران مارا جانے والا شہید ہوتا ہے، جبکہ ثقافتی یلغار کے نتیجے میں مرنے والا پلید

شہادت لوگوں کے لئے محبوب ہوتی ہے، لیکن گمراہی نفرت انگیز

فوجی یلغار میں دشمن اپنی دشمنی اور جنگ کا اعلان کرتا ہے، جبکہ ثقافتی یلغار میں دشمن اعلانِ دوستی کیا کرتا ہے

فوجی حملے میں پہلا فائر ہوتے ہی لوگ خطرے کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں لیکن ثقافتی یلغار میں جب تک دشمن اپنا آخری ہتھیار استعمال نہیں کرلیتا، اُس وقت تک بہت سے لوگ یہ ماننے ہی کو تیار نہیں ہوتے کہ اُن پر حملہ ہوا ہے

فوجی حملہ ظاہر و آشکارا ہوتا ہے، جبکہ ثقافتی یلغار پوشیدہ و پنہاں

فوجی حملے کے نتیجے میں زمین چھنتی ہے، اور ثقافتی یلغار میں دین اورعزت وآبرو ہاتھ سے جاتی ہے

فوجی حملے میں محاذوں پر دشمن کے ساتھ نبرد آزمائی ہوتی ہے، ثقافتی یلغار میں دشمن گھروں کے اندر حملہ آور ہوتا ہے

فوجی حملے میں بم برستے ہیں، ثقافتی یلغار میں شکوک و شبہات کی بارش ہوتی ہے

فوجی حملے کا اسلحہ میزائل اور بم ہوتے ہیں، ثقافتی یلغار میں مصنوعی سیارے اور موا لاتی موجیں کام کرتی ہیں

فوجی حملے میں چھاؤنیاں، ہوائی اڈے، سڑکیں اور مورچے نشانے پر ہوتے ہیں، جبکہ ثقافتی یلغار میں تعلیمی اداروں، مطبوعات، افکار اور عقائد کونشانہ بنایا جاتا ہے

فوجی حملے کے دوران پہاڑوں، میدانوں اور سمندروں میں مقابلہ ہوتا ہے، جبکہ ثقافتی یلغار میں رسائل، جرائد، فلموں، ڈراموں اور ناولوں میں جنگ آزمائی ہوتی ہے

فوجی میدانِ جنگ محدود ہوتاہے، ثقافتی جنگ کا میدان انتہائی وسیع وعریض

عسکری میدان میں ہونے والا نقصان ظاہر اورنظر آنے والا ہوتاہے، ثقافتی میدان میں ہونے والی بربادی اکثر لوگوں کو نظر ہی نہیں آتی

عسکری میدان کے اسیر جنگی قیدی بنتے ہیں، جبکہ ثقافتی میدان کے گرفتار شدگان غافل اورگمراہ

عسکری میدان میں شہادت ملتی ہے، جوپسماندگان کے سر بلند کر دیتی ہے، جبکہ ثقافتی میدان کے متاثرین کا غافل اور گمراہ ہوجانا ان کے اہلِ خانہ کے لئے شرمناک ہوجاتا ہے

شہیدکے باپ کا سر بلند ہوتا ہے، جبکہ گمراہ شخص کا باپ نادم و شرمندہ

فوجی میدان میں زخمی ہونے والے کوعلاج معالجے کے لئے پچھلے مورچوں میں بھیج دیا جاتا ہے، جبکہ ثقافتی میدان میں پہلا زخم کھاتے ہی انسان اگلی صفوں میں چلا جاتا ہے

عسکری میدان میں برسنے والی گولیاں اور گولے جسموں کو زخمی اور معذور کرتے ہیں، جبکہ غلیظ ثقافت کا مہلک وائرس ایمان اور افکار کو نقصان پہنچاتا ہے

فوجی حملے میں دشمن برّی اور بحری سرحدوں سے داخل ہوتا ہے، ثقافتی یلغار میں فکری اور روحانی سرحدوں سے

عسکری میدان میں جسے چوٹ لگتی ہے اس میں مقابلے اور دشمنی کے جذبات بھڑکتے ہیں، جبکہ ثقافتی یلغار میں زخمی ہونے والا اپنے ہتھیار چھوڑ کر گھٹنے ٹیک دیتا ہے

ایک شہید کی تشیعِ جنازہ پورے شہر میں ولولہ پیدا کر دیتی ہے، اور ایک نسل کی گمراہی معاشرے کی روح کو افسردہ کر دیتی ہے

فوجی یلغار قوم میں مقابلے کا جذبہ پیدا کرتی ہے، جبکہ ثقافتی یلغار اسے مزید سست بنا دیتی ہے

عسکری میدان گولوں کی گن گھرج سے گونج رہا ہوتا ہے، جبکہ ثقافتی میدان پر دلکش آوازوں کا سرور چھایا ہوا ہوتا ہے

میدانِ جنگ میں انسان خدا تک پہنچنے کے لئے خود کو فدا کر دیتا ہے، جبکہ ثقافتی میدان میں اپنے نفس کی تشفی کے لیے خدا کو قربان کر دیتا ہے

میدانِ جنگ میں قربان ہونے والے بھلائی کی راہ کے شہید ہیں، جبکہ ثقافتی میدان کے مارے جانے والے برائیوں اور گمراہیوں کی راہ کے مردار۔

ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہم ثقافتی محاذ کے زخمی نہ ہوں

اور اگر خدانخواستہ ہمیں کوئی زخم لگے بھی، تو بلاتاخیر توبہ کی علاج گاہ میں آجائیں، تاکہ جلد از اس کی تلافی ہوجائے

کیا ہم اپنی روح اور فکر کی سلامتی کو جسم کی سلامتی کے برابر بھی اہمیت دیتے ہیں؟

فہرست

پیش گفتار 2

دین میں محبت کا مقام 5

اہلِ بیت ؑ کے حقوق اور ہماری ذمے داریاں 10

۱:- مودت و محبت 10

۲:- ان سے وابستہ رہنا 11

۳:- ان کی ولایت و رہبری قبول کرنا 11

۴:- انہیں دوسروں پر مقدم رکھنا 12

۵:- دینی و دنیاوی امور میں ان کی اقتدا 12

۶:- ان کی تکریم و احترام 12

۷:- اپنے اموال اور آمدنیات میں سے خمس ادا کرو 13

۸:- ان سے اوران کی ذرّیت سے حسن سلوک اوران سے ملنا بیٹھنا 13

۹:- ان پر درود و سلام بھیجنا 13

۱۰:- ان کا اور ان کے فضائل کا تذکرہ کرنا 14

۱۱:- ان کے مصائب اور مظلومیت کا ذکر کرنا 14

۱۲:- ان کی قبور مطہر کی زیارت کو جانا 15

محبت پیدا کرنے کے طریقے 16

۱:- بچپنے سے پہلے کا دور 17

۲:- آبِ فرات اور خاک شفا سے تعلق 20

۳:-محبوبیت چاہنے سے استفادہ 22

۴:- شیعہ پر اہل بیت ؑ کی عنایات کی جانب متوجہ کرنا 25

۵:- حبِ آلِ محمد ؐ کی فضیلت بیان کرنا 32

۶:- اس محبت کی ضرورت اور فوائد بیان کرنا 35

٧:- محبت اہلِ بیت ؑ کی اہمیت کا اظہار کرنا 42

٨:- تعظیم و تکریم اور تعریف 47

٩:- مراسم کا انعقاد اور شعائر کی تعظیم 53

١٠:- طالبِ کمال ہونے کی حس سے استفادہ 55

١١:- ولیِ نعمت کا تعارف 59

١٢:- اہلِ بیت ؑ کے فضائل اور اُن کی تعلیمات کا ذکر 62

١٣:- اپنی روزمرہ کی خوشیوں کو ائمہ ؑ سے منسلک کرنا 66

١٤:- محبت کم کرنے والی چیزوں سے پرہیز 67

١٥:- روحانی اور معنوی ماحول پیدا کرنا 69

١٦:- کتابوں کا تعارف اور مقالات و اشعار تحریر کرنا 72

١٧:- محبانِ اہلِ بیت ؑ کے قصے 73

١٨:- انجمن سازی 74

چند تکمیلی نکات 75

۱:-محبت کو عمل کے ساتھ جوڑنا 75

۲:-محبت ں نشانیاں 80

عمل اور تقویٰ 80

دشمنوں سے بیزاری 82

مصائب و مشکلات کے لئے تیاری 84

۳:- غلو سے پرہیز 84

ایک میدان دو حملے 88